بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ

مبارکپور

زیر سرپرستی:
عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبد الحفیظ صاحب قبلہ
سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جلد نمبر ۴۰ شمارہ ۵

مئی ۲۰۱۶ء

شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی
نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی
منیجر: محمد محبوب عزیزی
تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی
مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور
اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY
Mubarakpur. Azamgarh
(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 20 روپے
سالانہ: 200 روپے

چیک اور ڈرافٹ
بنام
مدرسہ اشرفیہ
بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462
دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149
الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092
دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ
500 روپے
دیگر بیرونی ممالک
20 $ امریکی ڈالر 15 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ	شراب کی لعنت اور اس کے مہلک اثرات	مبارک حسین مصباحی	۳
	............تحقیقات............		
فقہی تحقیق	معراج کی مقدس رات اور دیگر ضروری مسائل	مفتی بدر عالم مصباحی	۷
	............فقہیات............		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں............	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۱۰
	............نظریات............		
فکر امروز	معاشرے میں طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحانات	مولانا عبد الخبیر اشرفی	۱۲
	............اسلامیات............		
شعاعیں	ایمان تقویٰ اور ولایت (آخری قسط)	مولانا محمد علی قاضی مصباحی	۱۶
سنت	عمامہ شریف-مدنی تاج دار کی سنت	مولانا محمد شاہد علی اشرفی فیضانی	۲۰
	............صوفیات............		
بزم تصوف	تصوف کی تعلیمات اور دہشت گردی کا سد باب	شاہ محمد انور علی سہیل فریدی	۲۳
	............شخصیات............		
انوارِ حیات	اصدق الصادقین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری	۲۸
	............صحافیات............		
بزم صحافت	موجودہ دور میں صحافت کی اہمیت (دوسری قسط)	ڈاکٹر افضل حسین مصباحی	۳۱
	............بزمِ دانش............		
فکر ونظر	تفریحی مواقع اور ہماری اخلاقی قدریں	مولانا توفیق احسن برکاتی/مولانا عطاالنبی حسینی	۳۵
	............ادبیات............		
گوشۂ ادب	بہادر شاہ ظفر کی تقدیسی شاعری	محمد طفیل احمد مصباحی	۴۱
نقد ونظر	سال نامہ باغ فردوس کا مجدد دین اسلام نمبر	تبصرہ نگار: مولانا محمد ساجد رضا مصباحی	۴۶
خیابانِ حرم	نعت/تصوف کیا ہے؟	مہتاب پیامی/محمد سلمان رضا فریدی	۴۹
	............مکتوبات............		
صدائے بازگشت	انصار احمد مصباحی		۵۰
	............وفیات............		
سفر آخرت	الحاج الشاہ حکیم سید محمد احمد قادری کا وصال پر ملال		۵۲
	............سرگرمیاں............		
رودادِ چمن	الجامعۃ الاشرفیہ میں تقریب ختم بخاری		۵۳
خیر وخبر	پونہ میں تعلیمی کانفرنس/بدایوں میں عرس فریدی/مبارک پور میں دعوت اسلامی کا اجتماع/کچھوچھہ شریف میں جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم		۵۴

اداریہ

شراب کی لعنت اور اس کے مہلک اثرات

ہندوستان میں گجرات، ناگالینڈ، لکش دیپ اور منی پور کے بعض حصوں کے بعد اب بہار میں بھی مکمل پابندی
کیرل میں ۳۰/مئی ۲۰۱۴ء سے شراب کے نئے لائسنس کا سلسلہ بند

مبارک حسین مصباحی

مقامِ مسرت ہے کہ بہار حکومت کے موجودہ وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے اپنے انتخابی وعدے ”شراب پر پابندی“ کو عملی جامہ پہنا دیا، یکم اپریل ۲۰۱۶ء کو پہلے دیسی شراب پر پابندی عائد کی اور اس کے بعد ۵/اپریل کو انگریزی شراب پر بھی پابندی عائد کر دی۔ دراصل جولائی ۲۰۱۵ء کو پٹنہ میں منعقدہ ”گرام وارتا پروگرام“ میں نتیش کمار تقریر کر کے بیٹھے کہ ایک خاتون نے آواز بلند کی ”وزیر اعلیٰ صاحب شراب بند کرائیے، ہمارا گھر برباد ہو رہا ہے“ اس کے بعد مزید چند عورتیں اسی خاتون کی آواز میں آواز ملا کر کہنے لگیں، .... ہمارا مطالبہ بھی یہی ہے، جتنی جلد ہو سکے آپ شرب بند کرائیں۔ ان آوازوں کو سن کر جناب وزیر اعلیٰ اٹھے اور بر وقت یہ کہہ گئے کہ اگر اس الیکشن میں وزارتِ اعلیٰ کی کرسی مل گئی تو میں شراب ضرور بند کرا دوں گا۔ اس پُر اعتماد اعلان کے بعد پورا ہال تالیوں سے گونجنے لگا۔ الیکشن کے انتخابی جلسوں اور ریلیوں میں اپوزیشن نے وزیر اعلیٰ کے اس اعلان کو ہلکے میں لیا، مگر بہار الیکشن جس دانش مندانہ انداز سے لڑا گیا اور جس بے دردی کے ساتھ بی جے پی وغیرہ کو شکست دے کر متحدہ محاذ نے کامیابی کا پرچم لہرایا، اس نے نہ صرف ہندوستان کو بلکہ دنیا کے بیش تر علاقوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ وزارتِ اعلیٰ کی کرسی پر بیٹھ کر جناب نتیش کمار نے شراب بندی کے مدعا کو اپنے سات فیصلوں میں شامل کیا، اور حکومت کی تشکیل کے بعد یکم اپریل سے ۵/اپریل ۲۰۱۶ء تک شراب پر مکمل پابندی کا اعلان کر دیا۔

وزیر اعلیٰ نے کہا کہ بہار سرکار کی کوشش ہوگی کہ نشہ کرنے کے لیے جو رقم خرچ ہوتی ہے وہ اب تعلیم و تربیت اور مقوی غذاؤں پر خرچ ہو۔ ان حالات سے خواتین میں خوش حالی آئے گی اور خاندانی ترقی میں تیزی آئے گی۔ آپ نے مزید کہا کہ ہم نے چیف سکریٹری اور پروڈکٹ ڈپارٹمنٹ کو نئی پالیسی بنانے کی ہدایت دے دی ہے۔ بہار میں شراب کی ۵۹۶ دوکانیں ہیں، جنھیں یکم اپریل ۲۰۱۶ء سے بند کر دیا گیا ہے۔

اس میں شبہہ نہیں کہ بہار میں جس طرح مہادلتوں کا ایک بڑا ووٹ بینک وزیر اعلیٰ نے بنایا ہے۔ اب اسی طرح عورتوں کا بھی ایک بہت بڑا ووٹ بینک بن جائے گا۔ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ شراب پر پابندی سے ظاہری طور پر تو خسارا ہے، گزشتہ برس بہار کو شراب فروختگی سے ۳۳۰۰/کروڑ کی آمدنی ہوئی مگر یہ خسارا واقعی خسارا نہیں ہے، اس آمدنی سے کئی گنا زیادہ رقمیں اسی سے متعلق دیگر صیغوں پر خرچ ہو جاتی ہیں۔

شراب نوشی سے پیدا ہونے والی بیماریوں پر لمبے اخراجات ہوتے ہیں، اس کے باوجود بھی صحت و عافیت یقینی نہیں ہوتی، اسی طرح شراب نوشی فتنہ و فساد کا سبب بھی بنتی ہے۔ ایک شراب خانے میں ایک ہندو اور ایک مسلمان گئے، دونوں نے خوب شراب پی اور باہم جھگڑنے لگے۔ ایک دوسرے کو گالی گلوچ کرنے لگے، بات آگے بڑھی اور شہر کے مختلف علاقوں میں غلط پیغام یہ چلا جاتا ہے کہ کہ بازار میں ہندو مسلم فساد ہو گیا اور پھر شہر میں ہندو مسلم فساد واقعی شروع ہو جاتا ہے، اس سے نہ صرف جانی نقصان ہوتا ہے بلکہ لاکھوں لاکھ کا مالی نقصان بھی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح زنا کاری، بدکاری، قتل و غارت گری، چوری، ڈاکہ زنی، سیاسی اور سماجی برائیاں پھیلنے لگتی ہیں۔ اسی طرح شراب نوشی سے پاگل ہو کر فصلوں اور آشیانوں میں آگ لگا دینا، بیبیوں کو طلاق دے دینا، غیر محرم لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ وغیرہ تباہ کاری کے ہزار راستے ہیں۔ اس قسم کے جرائم شرابیوں سے متعلق آئے دن پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا میں آتے رہتے ہیں۔

ملک کی متعدّد ریاستوں میں شراب کی فروختگی پر پابندی ہے۔ ان میں گجرات، ناگالینڈ، لکش دیپ اور منی پور کے کچھ حصے شامل ہیں۔ کیرل میں ۳۰/مئی ۲۰۱۴ء کے بعد سے شراب کی دوکانوں کا لائسنس ملنا بند ہو گیا ہے۔ چند ریاستوں میں پابندی عائد ہوئی تھی، لیکن عمل نہیں ہو سکا۔ ان میں آندھرا پردیش، ہریانہ، میزورم ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں بہار میں بھی پابندی عائد ہوئی تھی، مگر افسوس بعض وجوہ سے یہ پابندی ٹوٹ گئی، لیکن اس بار لگتا ہے کہ موجودہ وزیر اعلیٰ اسے باقی رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے، اس لیے کہ اس بار انھیں عورتوں کے ووٹ بینک کا بھرپور احساس ہو گیا ہے۔

ماقبل کی گفتگو کا حاصل صرف اتنا ہے کہ اسلام نے تقریباً ساڑھے چودہ سو برس قبل شراب کے تعلق سے جن حقائق کا انکشاف کیا تھا، دنیا دنیا شعوری یا لاشعوری طور پر ان تمام حقائق کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتی رہی ہے۔ گجرات، ناگالینڈ، لکش دیپ اور بہار وغیرہ میں جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں، اس

mubarakmisbahi@gmail.com

کے پس پشت اسلام کی دعوت وتبلیغ کا اثر ہو یا نہ ہو مگر کم از کم ان حقائق کو تو ہندوستان کا ایک طبقہ تسلیم کر رہا ہے۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ دنیا ضد اور ہٹ دھرمی سے کنارہ کش ہو کر جب غور کرتی ہے تو اسے ہر بری چیز بری ہی نظر آتی ہے۔ اسی طرح آپ زنا کاری کی لعنت کو دیکھ لیجیے، ہندوستان کے پارلیمنٹ وغیرہ میں متعدد بار بڑے سیاست دانوں نے اس آواز کو اٹھایا ہے کہ اس کو مکمل ختم کرنے کے لیے لازم ہے کہ اسلامی قانون نافذ کیا جائے۔

شراب کی تعریف: لغت میں ہر پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں اور اصطلاح فقہا میں شراب اسے کہتے ہیں جس سے نشہ ہوتا ہے۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں، خمر انگور کی شراب کو کہتے ہیں، یعنی انگور کا کچا پانی جس میں جوش آجائے اور شراب پیدا ہو جائے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں جھاگ پیدا ہوا اور ہر شراب کو مجازاً خمر کہہ دیتے ہیں۔ [بہارِ شریعت، ج: سوم، ص:۶۷۱، بحوالہ الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الاشربۃ، الباب الاول فی تفسیر الاشربۃ۔ ج:۵، ص:۵۰۹، درمختار، کتاب الاشربۃ، ج:۱۰، ص:۳۲]

امام حافظ محمد بن احمد ذہبی (م:۷۴۸ھ) کتاب الکبائر میں فرماتے ہیں کہ ہر اس شے کو خمر کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانپ دے چاہے وہ تر ہو یا خشک، کھائی جاتی ہو یا پی جاتی ہو۔ (کتاب الکبائر، ص:۹۲)

شراب کی حرمت کا تدریجی سفر: اسلام نے شراب کی حرمت میں تدریجی سفر طے کیا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس وقت عام طور پر عرب شراب نوشی میں مبتلا رہتے تھے۔ بیک وقت اس کی حرمت کا حکم شاید ان کے لیے بار گراں ہوتا، اس طرح شراب کے تعلق سے چار آیات کا نزول ہوا۔ **پہلی آیت کریمہ:**

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ (پ:۱۴، النحل:۶۷)	اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق بیشک اس میں نشانی ہے عقل والوں کو

اس آیتِ کریمہ کے نزول کے بعد بھی مسلمان شراب پیتے رہے، اس لیے کہ یہ ان کے لیے حلال تھی، امیر المومنین حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ہمیں شراب کے بارے میں واضح حکم دیجیے، کیوں کہ یہ عقل کو ختم کرنے والی اور مال کو ضائع کرنے والی ہے۔ تو ارشادِ ربانی ہوا:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْـمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ (پ:۲، البقرۃ:۲۱۹)	تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

اس آیتِ کریمہ کے نزول کے بعد کچھ حضرات نے "اِثْمٌ كَبِيْرٌ" (بڑا گناہ) کی وجہ سے شراب چھوڑ دی اور کچھ لوگ اس فرمان "مَنَافِعُ لِلنَّاسِ" (لوگوں کے کچھ دنیوی نفع) کی وجہ سے پیتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک بار حضرت سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانا تیار کر کے کچھ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو دعوت دی اور انھیں شراب بھی پیش کی۔ انھوں نے شراب پی تو ہوش میں نہ رہے، مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو ان میں سے ایک صحابی نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے اور انھوں نے ان آیاتِ مبارکہ "قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝" (پ:۳۰، الکافرون:۱، ۲) میں "لَآ اَعْبُدُ" کے بجائے "اَعْبُدُ" پڑھا، یعنی اعبد سے پہلے حرف "لَا" کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ۝ (پ:۵، النساء:۴۳)	اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو۔

اس آیتِ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دو حصوں میں تقسیم ہو گئے، اس میں شراب کی حرمت صرف نماز کے اوقات میں تھی، مگر صحابۂ کرام کے ایک گروہ نے مطلقاً شراب کو ترک کر دیا، جب کہ ایک نماز کے اوقات میں شراب نوشی سے محفوظ رہتا تو باقی اوقات میں کچھ شوق پورا کر لیتا۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کی دعوت کی اور کھانے کے لیے اونٹ کا سر بھونا، سب نے کھانا کھایا اور شراب بھی پی، ان پر نشہ طاری ہو گیا، باہم فخر و مباہات کرنے اور ایک دوسرے پر طعنہ زنی کرنے لگے۔ اسی دوران ایک قصیدہ پڑھا جس میں حضرات انصار کی ہجو تھی، اس کے ردِ عمل میں ایک انصاری نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی لی اور ایک صحابی کے سر پر مار دی، وہ شدید زخمی ہو گئے

اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں شکایت کی۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا:
اے اللہ عزوجل! ہمیں شراب کے متعلق واضح حکم عطا فرما۔" اس کے بعد یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ (پ:۷، المائدۃ:۹۰، ۹۱)

اے ایمان والو شراب اور جوا اور بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا وے شراب اور جوئے میں اور تمھیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔

یہ حکم تین ہجری غزوۂ احزاب کے کچھ دن بعد نازل ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: اے اللہ عزوجل، ہم اس سے رک گئے۔"
(معالم التنزیل للبغوی، البقرۃ، تحت الآیۃ:۲۱۹، ج:۱، ص:۱۰۴)

شراب برائیوں کی ماں: امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حضور نبی رحمت ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: برائیوں کی ماں (یعنی شراب) سے بچو، کیوں کہ تم سے پہلے ایک شخص تھا جو لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ ایک عورت اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی اور اس کی طرف خادم کو کہلا بھیجا کہ گواہی کے سلسلے میں تمھاری ضرورت ہے، وہ وہاں پہنچ گیا اور جس دروازے سے داخل ہوتا جاتا وہ بند کر دیا جاتا، وہ ایک نہایت حسین و جمیل عورت کے پاس جا پہنچا جس کے قریب ایک لڑکا کھڑا تھا اور وہاں شیشے کا ایک بڑا برتن تھا جس میں شراب تھی، وہ عورت بولی:
"میں نے تمھیں کسی قسم کی گواہی دینے کے لیے نہیں بلایا، بلکہ اس لیے بلایا ہے کہ تم اس لڑکے کو قتل کر دو یا میری نفسانی خواہش کو پورا کر دو یا پھر شراب کا ایک جام پی لو، اگر انکار کیا تو میں شور کر دوں گی اور تمھیں ذلیل و رسوا کر دوں گی۔"
جب اس شخص نے دیکھا کہ چھٹکارے کی کوئی راہ نہیں تو شراب پینے پر راضی ہوگیا۔ عورت نے شراب کا ایک جام پلایا تو اس نے (نشے میں جھومتے ہوئے) مزید شراب مانگی، وہ اس طرح شراب پیتا رہا کہ نہ صرف اس عورت کے ساتھ منہ کالا کیا بلکہ لڑکے کو بھی قتل کر دیا۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لہٰذا تم شراب سے بچتے رہو۔ اللہ عزوجل کی قسم! بے شک ایمان اور شراب نوشی دونوں کسی ایک شخص کے سینے میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ (اگر کوئی ایسا کرے گا تو) ایمان و شراب میں سے ایک دوسرے کو نکال کر باہر کر دے گا۔
(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الاشربۃ، فصل فی الاشربۃ، الحدیث:۵۳۲۴، ج:۷، ص:۳۶۷)

اس عابد نے پہلے قتل اور بدکاری سے انکار کیا اور مجبوری کی وجہ سے شراب نوشی کے لیے تیار ہوگیا۔ شراب بلاشبہہ ام الخبائث یعنی برائیوں کی ماں ہے، شراب پی اور اتنی پی کہ اس نے بدکاری بھی کی اور نوجوان کو قتل بھی کیا، عہدِ حاضر میں شراب نوشی ایک وبا کی طرح پھیل چکی ہے، بلکہ فیشن کا ایک اہم حصہ بن چکی ہے۔ درجنوں مواقع ہیں جہاں شراب کا اہتمام کیا جاتا ہے، حالاں کہ ہمارے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"جو لوگ دنیا میں کسی نشہ کرنے والے کے پاس جمع ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو آگ میں جمع فرمائے گا تو وہ ایک دوسرے پر ملامت کرتے ہوئے آئیں گے، ان میں سے ایک دوسرے سے کہے گا: اللہ عزوجل تجھے میری طرف سے اچھا بدلہ نہ دے تو نے ہی مجھے اس جگہ پہنچایا تو دوسرا بھی اسی طرح جواب دے گا۔" (کتاب الکبائر للذھبی، الکبیرۃ التاسعۃ عشرۃ: شرب الخمر، ص:۹۵)

آج کل عورتوں اور جوان لڑکیوں نے بھی شراب پینا شروع کر دیا ہے اور معاملہ صرف اسی حد تک نہیں رہتا بلکہ اس کے بعد زناکاری اور بدکاری وغیرہ جرائم بھی شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح غیر مسلموں اور کافروں کو شراب پلانے کا اہتمام کرنا بھی حرام ہے اور بچوں کو علاج وغیرہ کی نیت سے پلانے کا بھی یہی حکم ہے۔ بعض لوگ انگریزوں کی دعوتیں کرتے ہیں، انھیں شراب بھی پلاتے ہیں، وہ گنہگار ہیں، اس شراب نوشی کا وبال انھیں پر ہے۔ ان تمام مسائل کی تفصیلات ہدایہ کتاب الاشربۃ، ج:۲، ص:۳۹۸، میں دیکھی جا سکتی ہے۔
دنیا میں نیو ایئر نائٹ پر ہونے والی فحاشی اور عیاشی کا ایک عام رواج بلکہ نوجوانی کا ایک لازمی فیشن ہوگیا ہے۔ ان محفلوں میں چھلکتے جاموں کے درمیان وہ سب کچھ ہوتا ہے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، ان مواقع پر ہوٹلوں میں کمرے دستیاب ہونے مشکل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح

شادیوں کی تقریبات میں بھی عیاشی اور شراب نوشی کی انتہا رہتی ہے۔ جام پر جام بنتے ہیں، ہاتھ کہیں اور آنکھ کہیں کے شیطانی مناظر ہوتے ہیں۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اسلام میں شراب کی حرمت اور اس کے قبیح نتائج: آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت، مردار اور اس کی کمائی، خنزیر اور اس کی کمائی کو حرام قرار دیا ہے۔'' (سنن ابی داؤد، کتاب الاجارۃ، باب فی ثمن الخمر والمیتۃ)

آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''جس چیز کا ایک فرق (سو رطل کے برابر ایک پیمانہ) نشے دے اس کا چلو بھر بھی حرام ہے۔'' (جامع الترمذی، کتاب الاشربۃ، باب ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام، ج:۳، ص:۳۴۳، ملتقطاً)

صحیح مسلم میں ہے کہ طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے شراب کے متعلق سوال کیا حضور (ﷺ) نے منع فرمایا۔ انھوں نے عرض کی، ہم تو اوسے دوا کے لیے بناتے ہیں فرمایا: ''یہ دوا نہیں ہے، یہ تو خود بیماری ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب تحریم التداوی بالخمر... إلخ، الحدیث: ۱۲. (۱۹۸٤)، ص۱۰۹۷.)

امام احمد نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قسم ہے میری عزت کی! میرا جو بندہ شراب کی ایک گھونٹ بھی پیے گا، میں اس کو اتنی ہی پیپ پلاؤں گا اور جو بندہ میرے خوف سے اسے چھوڑے گا، میں اس کو حوض قدس سے پلاؤں گا۔'' (المسند للإمام أحمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ الباھلی، الحدیث: ۲۲۲۸۱، ج۸، ص۲۸٦.)

ترمذی و ابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے بارے میں دس ۱۰ شخصوں پر لعنت کی۔ (۱) بنانے والا اور (۲) بنوانے والا اور (۳) پینے والا اور (۴) اُٹھانے والا اور (۵) جس کے پاس اُٹھا کر لائی گئی اور (٦) پلانے والا اور (۷) بیچنے والا اور (۸) اس کے دام (۴) کھانے والا اور (۹) خریدنے والا اور (۱۰) جس کے لیے خریدی گئی۔ ("جامع الترمذي"، کتاب البیوع، باب النھی ان یتخذ خلا، الحدیث: ۱۲۹۹، ج۳، ص٤۷.)

امام مالک نے ثور بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدِ خمر کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میری رائے یہ ہے کہ اسے اَسی ۸۰ کوڑے مارے جائیں کیونکہ جب پیے گا نشہ ہوگا اور جب نشہ ہوگا، بیہودہ بکے گا اور جب بیہودہ بکے گا، افترا کریگا، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اَسی ۸۰ کوڑوں کا حکم دیا۔ (الموطأ، لإمام مالك، کتاب الأشربة، باب الحد فی الخمر، الحدیث: ١٦١٥، ج۲، ص۳٥۱.)

خمر حرام بعینہ ہے، اس کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے اور اس کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اس کا قلیل و کثیر سب حرام ہے، اور یہ پیشاب کی طرح نجس ہے، اور اس کی نجاست غلیظ ہے، جو اس کو حلال بتائے کافر ہے کہ نصِ قرآنی کا منکر ہے، مسلم کے حق میں یہ متقوم نہیں یعنی اگر کسی نے مسلمان کی یہ شراب تلف (ضائع) کردی تو اس پر ضمان نہیں اور اس کو خریدنا صحیح نہیں، اس سے کسی قسم کا انتفاع (نفاع اٹھانا) جائز نہیں، اس کے پینے والے کو حد ماری جائے گی اگرچہ نشہ نہ ہوا ہو۔ (الدر المختار، کتاب الاشربۃ، ج:۱، ص:۳۳ وغیرہ)

اور اب دیگر مقامات پر بھی شراب پر پابندی کا مطالبہ:

اتر پردیش کے مختلف علاقوں میں شراب کی کشید اور فروختگی پر پابندی لگانے کا مطالبہ اور احتجاج کیا کیا جارہا ہے۔ ہندوستان میں ہر سال دو سو کھرب لیٹر شراب فروخت ہوتی ہے جو ہمارے ملک اور نوجوان نسل کو شراب میں ڈبو کر تباہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ آج ہندوستان شراب کی کھپت اور پیداوار میں دنیا میں تیسرے نمبر پر ہے اور اگر یہی حال رہا تو ہمارا ملک پہلے مقام پر آجائے گا۔ شراب کی فروختگی کی سب سے بڑی ذمہ دار صوبائی حکومتیں ہیں جو زیادہ پلاؤ اور زیادہ کماؤ کے فارمولہ پر عمل کر رہی ہیں، حکومت اتر پردیش چھ فیصد ٹیکس وصول کرتی ہے۔ ۳۲؍ روپے کی بوتل ۲۳۵؍ روپے میں فروخت کر کے ۱۲؍ ہزار کروڑ روپے کا سالانہ نفع کماتی ہے۔ حکومت ٦۵؍ فیصد نوجوانوں کو شرابی بنا رہی ہے، کیوں کہ صوبہ میں یومیہ ۲۵؍ کروڑ شراب کی بوتلیں فروخت ہوتی ہیں۔

بات صرف یوپی کی نہیں بلکہ ہمارا پر زور مطالبہ ہے کہ انسانی صلاح و فلاح کے لیے پورے ملک میں بلکہ پوری دنیا میں شراب پر شدید پابندی عائد کی جائے، شراب کی پیداوار، اس کی ترسیل اور اس کا پینا انتہائی مہلک جرم ہے۔ اسلام ایک آسمانی اور ہمہ گیر مذہب ہے، اس کے اصول سچے اور صد قابلِ افتخار ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوری دنیا کو شراب کی لعنت سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

معراج کی مقدس رات اور دیگر ضروری مسائل

مفتی بدر عالم مصباحی

سال کی چند بابرکت راتوں میں مسلمان اگر باجماعت نفلی نمازوں کا اہتمام کریں تو منع کرنے میں غلو اور شدت نہیں کرنا چاہیے، مسئلہ شرعیہ بتا دیا جائے اور بس۔ اس لیے کہ اگر اس میں مواظبت نہ ہو، یعنی باجماعت نمازِ نفل پڑھنے پر لوگ مسلسل عادت نہ بنائیں، بلکہ کبھی ایسا کر لیتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔

ایک جماعت جو اپنے آپ کو خالص توحید پرست کہتی ہے، توہینِ رسول میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتی ہے، جب بھی اہلِ حق کی جانب سے ذکرِ خدا کے ساتھ ذکرِ رسول کے لیے انعقادِ محفل کا پروگرام ہوتا ہے تو جماعت توحیدیہ عرف دیوبندیہ کو سخت الجھن ہوتی ہے۔ اہلِ حق کے طریقۂ ذکرِ الٰہی و ذکرِ رسول پر طرح طرح کے شیطانی اعتراض کر کے بھولے بھالے مسلمانوں کو بھرپور روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالاں کہ انھیں اہلِ حق، علماے حرمین شریفین بہت پہلے اسلام سے خارج کر چکے ہیں۔ مذہبِ اسلام سے ان کا کچھ بھی لینا دینا نہیں۔ ان کا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے بالکل الگ ہے، جس طرح قادیانی، رافضی الگ مذہب رکھتے ہیں، ویسے ہی یہ بھی مذہب و جماعت سے الگ تھلگ ہیں۔ ان کا مذہب قادیانیوں کی طرح حضور ﷺ کے بعد دوسرے نبی کی آمد کا امکان اور ختم نبوت کا انکار ہے۔ اس مذہب کے ایک پیشوا نے رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین بمعنیٰ آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال بتا کر خاتم النبیین ہونے کا انکار کیا اور دوسرے نبی کی آمد کو ممکن بتایا۔ (تحذیر الناس، ص:۲، مصنفہ مولوی قاسم نانوتوی)

دوسرے ایک پیشوا نے رسول اللہ ﷺ کے علمِ غیب کا مذاق اڑایا اور جانوروں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی۔

(حفظ الایمان، ص:۷، مصنفہ اشرف علی تھانوی دیوبندی)

ایک نے یہاں تک لکھ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کا علم شیطان و ملک الموت کے علم سے کم ہے۔

(براہینِ قاطعہ، ص:۱۵، مصنفہ خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی)

انھیں کفری عبارتوں کی بنا پر علماے حرمین شریفین نے انھیں خارج از اسلام قرار دیا۔ یہ جماعت گھناؤنے عقیدے رکھتے ہوئے بھی تبلیغ اسلام کا ڈھنڈورا پیٹتی ہے اور بے طلب استاذی پر عمل کرتے ہوئے اہلِ حق یعنی اہلِ سنت و جماعت کو بے مطلب مشورہ دیتی رہتی ہے کہ یہ کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا، آپ کیوں کر رہے ہیں؟ اس موقع پر اہلِ سنت و جماعت کو صرف یہی کہہ کر ان سے الگ ہو جانا چاہیے کہ بھائی آپ کا مذہب الگ ہے ہمارا مذہب الگ ہے۔ ”لکم دینکم ولی دین“ ہم کو آپ لوگ دین کی باتوں میں مشورہ نہ دیں اور ان سے پوچھنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے علمِ غیب کا مذاق اڑایا، رسول اللہ یا صحابہ نے رسول کے علم کو شیطان یا ملک الموت کے علم سے کم بتایا۔ رسول اللہ یا صحابہ نے ختم نبوت کا انکار کیا یا اس کو جاہلوں کا خیال بتایا؟

اگر نہیں تو آپ لوگ یا آپ لوگوں کے پیشوا ایسا کیوں کر رہے ہیں یا ایسا کیوں کیا؟ آپ کے پیشوا نے ایسا کیوں لکھا؟ جب کہ یہ باتیں مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر دیتی ہیں۔ حاشا و کلا! صحابہ ایسی کفری باتیں کیوں کرتے؟ جب کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ○وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ○ وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُولَ الله وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ○

دیوبندیوں کا عقیدہ قرآنی آیات کے بالکل خلاف ہے۔ لہٰذا مسلمان انھیں اسلام سے خارج مانیں، نہ ان کی تقریر سنیں، نہ ان کی بات سنیں، نہ ان کا پمفلٹ دیکھیں، یہ جماعت مذہبِ اسلام سے الگ مذہب رکھتی ہے۔

شبِ معراج میں ذکرِ الٰہی وذکرِ رسول:

علمانے لکھا ہے کہ شبِ معراج شبِ قدر سے بھی افضل ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

وهى على ما نقل الفيرى عن الجمهور افضل الليالى حتى ليلة القدر مطلقاً. (۸/ ۷)

اور شبِ معراج کی تاریخ کون سی ہے، اس میں مختلف اقوال ہیں۔ مگر راجح قول یہی ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

انه ﷺ بات ليلة السابع والعشرين من رجب كما سبق في بيت ام هاني بنت أبي طالب. (۵/۱۰۶)

جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ شبِ معراج شبِ قدر سے بھی افضل ہے تو اس رات میں اگر ذکرِ الٰہی، ذکرِ رسول اور واقعۂ معراج بیان کیا جائے تو اس پر قباحت کیا، قباحت وہی محسوس کرے گا جس کو اسلام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ خود سرکارِ دوعالم ﷺ جب رات کے حصے میں عرشِ الٰہی پر تشریف لے گئے اور واپس آئے تو حضرت امِ ہانی سے پورا واقعۂ معراج بیان فرمایا تو اگر علماے حق بھی اس رات میں واقعۂ معراج بیان کریں تو رسول اللہ ﷺ کی سنت ہوئی، اسے بدعت کہنا جہالت اور شرارت ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے: إن رسول الله ﷺ لما رجع من ليلة قص القصة على أم هاني. (۵/۱۲۵)

جائز و ممنوع: شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے: "الأصل في الأشياء الإباحة" اشیا میں اصل اباحت۔ لہٰذا ممنوع و ناجائز وہی کام ہوں گے جس کو رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا ہو۔ اگر منع ثابت نہ ہو تو اسے ممنوع و ناجائز نہیں کہا جا سکتا، ناجائز و ممنوع ہونے کا مدار اس پر نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا یا صحابہ نے نہیں کیا، ورنہ بہت سارے کام ممنوع و ناجائز ہو جائیں گے مثلاً—

(۱) صرف و نحو کی کتابیں، اردو کی کتابیں، فقہ و اصول فقہ کی کتابیں، فصاحت و بلاغت کی کتابیں پڑھنا، پڑھانا، رسول اللہ ﷺ یا صحابہ نے کبھی نہیں پڑھا نہ پڑھایا۔ یہ سب ناجائز و ممنوع ہو جانا چاہیے، حالاں کہ سب کے نزدیک جائز و مباح ہیں۔

(۲) تخت لگا کر کرسی پر بیٹھ کر مائک سے وعظ و نصیحت کرنا، رسول اللہ ﷺ یا صحابہ نے کبھی اس طرح وعظ و نصیحت نہیں کیا، آج بھی کرتے ہیں۔ اسے بھی ناجائز و ممنوع ہو جانا چاہیے۔

(۳) اسلامی محفلوں کا افتتاح تلاوتِ قرآن مجید سے کرنا، پھر تقریر و وعظ کے لیے اناؤنسری کرنا، رسول اللہ ﷺ یا صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ اسے بھی بدعت و ممنوع ہو جانا چاہیے۔

(۴) تبلیغ کے نام پر مسجدوں میں قیام، وہیں پر کھانا پکانا، یہ بھی رسول اللہ ﷺ و صحابہ نے نہیں کیا۔

(۵) فقہی سیمینار کرنا، مدارسِ اسلامیہ میں سلور جبلی، گولڈن جبلی منانا، جشن صد سالہ منانا، یہ سب کام نہ رسول اللہ ﷺ نے کیا نہ صحابہ نے کیا، نہ تابعین نے کیا، یہ سب ناجائز و ممنوع ہو جانا چاہیے۔

(۶) مدارس میں کلاس شروع ہونے سے پہلے بچوں سے حمد، دعا، سلام کے اشعار پڑھوانا یہ سب کام رسول اللہ ﷺ یا صحابہ نے کبھی نہیں کیا، یہ بھی ناجائز و ممنوع ہونا چاہیے۔

(۷) مساجد میں یا گھروں میں بعد نمازِ فجر یا بعد نمازِ عصر تلاوتِ قرآن مجید یا ذکرِ الٰہی کے لیے التزام کرنا، رسول اللہ ﷺ یا صحابہ نے کبھی اس کا التزام نہیں کیا، یہ سب بدعت و ناجائز ہونا چاہیے۔

(۸) مدارسِ عربیہ میں دستار بندی اور ختمِ بخاری کے جلسے نہ رسول اللہ ﷺ نے کیے، نہ صحابہ نے کیے اور نہ ہی ان کا حکم دیا۔

مذکورہ بالا امور کو نہ رسول اللہ ﷺ نے کیا نہ حکم دیا، نہ صحابہ نے کبھی کیا، لیکن مسلمانوں میں عام طور سے رائج ہیں، کوئی مسلمان ان امور کو نہ بدعت سمجھتا ہے نہ ناجائز و ممنوع، سب ان امور کو جائز سمجھ کر کرتے ہیں، جائز کے ساتھ ان امور کو دین کا حصہ قرار دے کر ہی کیا جاتا ہے۔ ان امور کو کوئی مسلمان دین سے جدا نہیں مانتا، سب انھیں دین کا حصہ مان کر انجام دیتے ہیں۔ جماعت توحیدیہ کی مانیں تو پوری دنیا کے مسلمان اور وہ خود بھی بدعتی و گمراہ قرار پائیں گے۔

شبِ معراج میں اہلِ حق کیا کرتے ہیں: شبِ معراج میں اہلِ حق وعظ و نصیحت کی محافل منعقد کرتے ہیں، بعد نمازِ عشا نفلی نمازیں پڑھتے ہیں، ذکر و دعا کرتے ہیں، شبِ معراج یا اس جیسی متبرک دوسری راتوں میں مساجد میں یا کسی میدان میں ذکرِ الٰہی و ذکرِ رسول کی محفلیں منعقد کر کے اس کی طرف راغب کرنے کی جدوجہد کی جاتی ہے۔

ان امورِ حسنہ کو بدعتِ سیئہ کہنا اور قبیح سمجھنا کسی بھی مسلمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔ شبِ قدر، شبِ براءت، شبِ معراج، شبِ بارہ ربیع النور میں مسلمان ان راتوں کی عظمت و برکت کا تصور کر کے ذکر و دعا میں مصروف رہتے ہیں اور کم از کم ان عظیم و بابرکت راتوں میں تو مسلم نوجوان لہو و لعب سے دور رہ کر ذکرِ خدا میں لگ جائیں، انھیں نیک مقاصد کے پیشِ نظر مسلمانوں میں رجب شریف کی محفلیں منعقد کرنے کا رواج ہے، شیطان کے چیلوں کو الجھن ہونے لگی، فوراً اس کو بند کرنے کے لیے اشتہار بازی شروع کر دیا، ذکر سے روکنے کی تحریک شیطانی حرکت ہے، مسلمان اس پر ہرگز توجہ نہ دیں۔

ذکر روکے، فضل کاٹے، نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

احادیث مبارکہ میں صلوٰۃ اللیل اور قیام اللیل کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ عام مسلمانوں کو عام طور پر اس کی توفیق نصیب نہیں ہوتی ہے۔ متبرک اور عظیم راتوں میں اہتمام کرنے سے بہت سے مسلمانوں کو صلوٰۃ اللیل ادا کرنے کی توفیق مل جاتی ہے۔

حدیث کی مشہور کتاب صحیح مسلم شریف میں ہے: "أفضل الصلوٰة بعد الفريضة صلوٰة الليل." (ص:٥٥)

فقہ حنفی کی معتمد و مستند کتاب ردالمحتار میں ہے:

"هذا يفيد أن هذه السنة تحصل بعد صلوٰة العشاء قبل النوم." (٤٦٧/٢)

صلوٰۃ اللیل یعنی بعد نماز عشا نفلی نمازوں میں رات گزاری جائے، یہ سعادت عام طور سے عام مسلمانوں کو نصیب نہیں ہو پاتی ہے، اسی سعادت کو حاصل کرنے کے لیے متبرک راتوں میں مسلمان اہتمام کرتے ہیں اور مساجد میں، میدانوں میں، گھروں پر صلوٰۃ اللیل کی ترکیب بناتے ہیں، پھر بہت سے مسلمان صلوٰۃ اللیل کے برکات سے فیض یاب ہو جاتے ہیں۔

قیام اللیل یہ ہے کہ بعد نماز عشا نفلی نمازوں میں، ذکر و دعا میں، تلاوت قرآن میں اور احادیث مصطفیٰ ﷺ کی قراءت و سماعت میں اور نبی ﷺ کی بارگاہ میں صلوٰۃ و سلام پیش کرنے میں رات گزاری جائے، قیام اللیل کی بھی سعادت حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں نے متبرک راتوں کا انتخاب کر رکھا ہے۔

قیام اللیل کے متعلق علامہ شامی نے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر فرمایا: "ويحصل القيام، بالصلاة نفلا فرادى من غير عدد مخصوص، وبقراءة القرآن والأحاديث وسماعها وبالتسبيح، والصلوٰة والسلام على النبي ﷺ الحاصل ذٰلك معظم الليل." (۴۶۹/۲)

مسئلۂ شرعیہ: متبرک راتوں میں جو نفلی نمازیں پڑھی جائیں، بہتر یہ ہے کہ تنہا تنہا پڑھی جائیں، جماعت سے نہ پڑھی جائیں، اس لیے کہ نفل نماز اعلان کے ساتھ باجماعت پڑھنا مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ ہے۔

درِ مختار میں ہے: ولا التطوع بجماعة خارج رمضان أي يكره ذٰلك لو على سبيل التداعي اعنى بأن يقتدى أربعة بواحدة ولا خلاف في صحة الاقتداء إذ لا مانع. "(۵۰۰/۲)

اسی کے تحت علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر فرمایا ہے:

"والنفل بالجماعة غير مستحب لأنه لم تفعله الصحابة في غير رمضان وهو كالصريح في أنها كراهة تنزيه. (٥٠٠/٢)

مسلمانوں کا عمل: رجب کی پہلی شبِ جمعہ، شبِ عیدین، شبِ براءت، شبِ قدر، شبِ معراج میں بعض مقامات پر مسلمان باجماعت نمازِ نفل، صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام کرتے ہیں، بعض فقہانے مطلقًا ان راتوں میں بھی باجماعت نمازِ نفل کو ناجائز و مکروہ اور بدعت تک لکھا ہے لیکن جن احادیث کی بنا پر فقہانے اس کو بدعت و ناجائز کہا ہے، محدثین نے ان احادیث کو موضوع یعنی گڑھی ہوئی حدیث بتایا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر فرمایا:

قلت وقد صرح بذٰلك في البزازية كما سيذكره الشارح آخر الباب وقد بسط الكلام عليها شارح المنية وصرح بأن ماروى فيها باطل وموضوع وبسط الكلام خصوصا في الحلية وللعلامة نورالدين المقدسي فيها تصنيف حسن سماه. "روح الراغب عن صلوٰة الرغائب" أحاط فيها بغالب كلام المتقدمين والمتأخرين من علماء المذاهب الأربعة. (٤٧٠/٢)

فیصلہ: سال کی چند بابرکت راتوں میں مسلمان اگر باجماعت نفلی نمازوں کا اہتمام کریں تو منع کرنے میں غلو اور شدت نہیں کرنا چاہیے، مسئلہ شرعیہ بتا دیا جائے اور بس۔ اس لیے کہ اگر اس میں مواظبت نہ ہو، یعنی باجماعت نمازِ نفل پڑھنے پر لوگ مسلسل عادت نہ بنائیں، بلکہ کبھی ایسا کر لیتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ شامی میں ہے:

"الظاهر أن الجماعة فيه غير مستحبة ثم إن كان ذٰلك أحيانا كما فعل عمر كان مباحا غير مكروه وإن كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لأنه خلاف التوارث. (٥٠٠/٢)

۲۶/۲۷/ رجب کا روزہ: نفلی روزہ رکھنا جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اکیلا ایک روزہ نہ رکھے، بلکہ دو روزے رکھے۔ ۲۷/ رجب کا بھی روزہ نفلی روزہ ہے اسے رکھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ثواب ہی ثواب ہے، البتہ دو رکھے ۲۶/ ۲۷/ کو رکھے یا ۲۷/ ۲۸/ کو رکھے، یہی طریقہ بہتر ہے، اگر کسی نے ایک ہی روزہ رکھا جب بھی کوئی حرج نہیں، وہ بھی مستحق اجر و ثواب ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے: يكره صوم يوم السبت بانفراده لانه تشبه باليهود وكره بعضهم صوم يوم الجمعة بانفراده وكذا صوم يوم الاثنين والخميس. (٢١٨/٢)

ہاں! ان روزوں کو ہزاری یا لکھی روزہ کہنا یعنی اس روزے پر ایک ہزار روزے یا ایک لاکھ روزے کا ثواب ملے گا، شرعًا اس کی کوئی اصل نہیں۔ پروردگار عالم جل مجدہ کی عنایت پر ہے وہ عطا فرمانا چاہے تو ایک لاکھ روزے کا ثواب کیا بلکہ کروڑوں روزے کا ثواب عطا فرما سکتا ہے۔

والله تعالىٰ أعلم بالصواب.

*****

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

قبورِ مسلمین کے متعلق چند ضروری مسائل

ایک مسجد کی تعمیر کے وقت زمین کی کھدائی میں زیر زمین میت کا ایک ڈھانچہ ملا، سیکڑوں اشخاص نے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا۔ میت کا یہ ڈھانچہ نکلنے کے بعد ایک مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ اس کو کیا کیا جائے۔ چند لوگوں نے کہا کہ اس کو مٹی سے پاٹ کر ختم کر دو اور اس حصے کو مسجد میں شامل کر لو کیوں کہ کسی بھی میت پر ستر سال گزر جانے کے بعد اس کا حکم باقی نہیں رہ جاتا اور اگر ظاہر بھی ہو تو اسے مسمار کر کے اپنے کاموں میں لیا جاسکتا ہے۔

دوسری جانب سارے اہلِ محلہ نے کہا کہ میت دریافت ہو چکی ہے، اس لیے اس کا حکم قبر بنانے کا ہے اور اس پر قبر سے متعلق شرعی احکامات جاری ہوں گے، نہ تو یہ مسجد کا حصہ ہو سکتی ہے اور نہ ہی اسے قبر مانتے ہوئے اس کے سامنے یا اس کے اوپر خواہ وہ کتنی ہی اونچی کر لی جائے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ جانبین میں اختلافات شدید سے شدید تر ہوتے گئے۔ اس بابت بنارس سے دو معتبر عالمِ دین سے مسئلہ پوچھا گیا، ان لوگوں نے کہا کہ قبر ظاہر ہو چکی ہے، اس لیے اس جگہ چھ بائی تین یا ڈھائی فٹ زمین کی حد بندی کر دی جائے تاکہ میت کی بے حرمتی نہ ہو، چناں چہ علما کی باتوں پر جانبین نے اتفاق کر لیا اور اس کے تحت پولیس کی موجودگی میں ایک صلح نامہ تحریر کر دیا گیا جس پر جانبین اور کچھ دیگر معزز افراد نے اپنے اپنے دستخط بنا کر حد بندی کیے جانے کا اقرار کر لیا اور نزاع ختم ہو گیا۔

ادھر کچھ لوگوں نے دوبارہ اس مسئلہ کو پھر اٹھا دیا اور کہنے لگے کہ قبر کو پاٹ کر اس کے اوپر ایک ڈیڑھ فٹ کا خلا چھوڑ دیا جائے اور اسی حصہ قبر سمیت فرش مسجد کی ڈھلائی کر کے اس پر نماز پڑھی جائے، یہ جائز ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ علما سے ہم لوگوں نے پوچھا ہے۔ اس بابت مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ:

(۱) میت کا سر تا پا مکمل ڈھانچہ ظاہر ہو جانے کے بعد اس کو پاٹ دینا اور اس حصے کو مذکورہ شکل کے مطابق مسجد میں شامل کر کے اس پر نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کسی میت کی تدفین پر چالیس سال یا ستّر سال گزرنے کے بعد کیا اس کا حکم بدل جاتا ہے اور اب وہ قبر کے حکم میں نہیں رہ جاتی؟

(۳) کیا کسی عام قبرستان پر جو بہت پرانا ہے اور اس پر فی الوقت نئی تدفین نہیں ہو رہی ہے، تو اس پر مسلمانوں کا کھیتی کرنا یا مکانات بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ کچھ مولویوں کا کہنا ہے کہ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اسے جائز لکھا ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟ کیا علامہ شامی نے ایسا مسئلہ اپنی کتاب فتاویٰ شامی میں لکھا ہے؟ دلائل کے ساتھ صراحۃً جواب تحریر فرمائیں، نوازش و کرم ہوگا۔

الجواب

(۱) قبر مسلم کو اس طور پر پاٹ دینا کہ اس کا جسدِ خاکی مٹی تلے دب جائے، حرام و گناہ ہے کہ یہ مسلم میت کی بے حرمتی ہے اور یہ بے حرمتی بالاتفاق حرام ہے۔ اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلم کی حرمت زندہ مردہ برابر ہے، یعنی جیسے زندگی میں اس کی ہتک حرمت جائز نہیں یوں ہی موت کے بعد بھی جائز نہیں۔ لہٰذا میت کے ڈھانچے کو مٹی سے پاٹ دینا حرام و گناہ ہے اور پاٹنے والے گنہگار ہوئے۔ پھر قبر کو پاٹ کر اس پر کوئی عمارت یا مسجد بنانا اور اس پر چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا بھی حرام و گناہ ہے۔

فتح القدیر میں ہے: الاتفاق على أن حرمة المسلم ميتا كحرمة حيا. (۲/ ۱۰۲، فصل فی الدفن)

اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمانوں کی عزت و حرمت زندہ مسلمانوں کی طرح ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: كسر عظم الميت و أذاه ككسره حيا. (سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، ۲/ ۱۰۲)

نیز سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: الميت يؤذيه في قبره ما يؤذيه في بيته. (الفردوس بمأثور الخطاب، ۱/ ۱۹۹)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

و يكره أن يبني على القبر أو يقعد أو ينام عليه أو يطأ عليه (الفصل السادس فی القبر والدفن، ۱/ ۱۶۶)

اس کا درست طریقہ یہ تھا کہ اس ڈھانچے کو معہود طریقے کے مطابق

دفن کر دیتے، یعنی چاروں طرف قبر کی طرح دیوار کھڑی کر کے اس پر لکڑی کا تختہ رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال دیتے، پھر اگر اسے شاملِ مسجد ہی کرنا تھا تو قبر کے اردگرد چاروں طرف سے مضبوط دیوار اٹھا کر قبر سے ایک بالشت یا کچھ کم و بیش بلندی پر چھت قائم کر دیتے اور اس چھت کو شاملِ فرش مسجد کر لیتے۔ یہ طریقہ شرعاً جائز تھا کہ قبر کی چھت پر جو قبر سے جدا ہو، چلنا قبر پر چلنا نہیں بلکہ اس کی چھت پر چلنا ہے۔ امام ابن حجر مکی شرح مشکاۃ شریف پھر شیخ محقق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں کہ: حطیم میں اور سنگ اسود و زم زم کے درمیان ستر انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی قبریں ہیں اور وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہ فرمایا۔ ان کے الفاظ یہ ہے:

ورد أن قبر إسماعيل عليه الصلاة والسلام في الحجر تحت الميزاب و ان في الحطيم و بين الحجر الأسود وزمزم قبر سبعين نبياولم ينه أحد عن الصلاة فيه. **(لمعات التنقيح)**

ظاہر یہ ہے کہ ان قبور شریفہ کے اردگرد بطور مذکور دیواریں کھڑی کر کے ان پر چھت قائم کر دی گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہاں نماز پڑھی جاتی اور طواف کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ غلط ہے کہ تدفینِ مسلم کے چالیس سال یا ستّر سال بعد حکم بدل جاتا ہے اور قبر مسلم کا حکم باقی نہیں رہتا، سو سال بعد بھی وہ قبر، قبرِ مسلم ہے اور اس کا احترام وہی ہے جو قبر مسلم کا ہے۔ شریعتِ طاہرہ میں کہیں بھی مدت کے ذریعہ حد بندی نہیں کی گئی ہے۔ حدیثِ پاک میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے مطلقاً ارشاد فرمایا:

”لا تجلسوا على القبور“ (رواہ مسلم فی صحیحہ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مسلمانوں کے عام قبرستان وقفی ہوتے ہیں اور وہ صرف مسلمانوں کی تدفین کے لیے ہی وقف ہوتے ہیں، تو ایسے کسی قبرستان کو تدفین کے سوا دوسرے غرض میں استعمال کرنا ناجائز و گناہ ہے، لہٰذا اس پر کھیتی کرنا اور مکانات بنانا جائز نہیں۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے: لا يجوز تغيير الوقف عن هيئته فلا يجعل الدار بستانا، و لا الخان حماما اھ.

[ج:۲، ص:۴۹، الباب الرابع عشر في المتفرقات]

درِ مختار اور شامی میں امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو جزئیہ منقول ہے وہ ہرگز ہرگز عام قبرستان کے بارے میں نہیں، اس کے تعلق سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے یہ وضاحت فرمائی ہے۔

صاحبو! اس سے مقصود زمین مملوک، یعنی اگر کسی کی ملک میں کوئی میّت دفن کر دی گئی ہو، تو جب وہ بالکل خاک ہو جائے مالک کو روا ہے کہ وہاں کھیتی کرے، گھر بنائے جو چاہے کرے۔

لان الملك مطلق والمانع زال وهذا ايضا اذاكان ذٰلك باذنه والاففى الغصب له اخراج الميّت وتسوية الارض كما هى لحديث ”ليس لعرق ظالم حق“ .

(المعجم الكبير حديث ۵ ، ۱۷/ ۱۴)

علاّمہ مدقق علائی قدس سرہ نے در مختار میں اسے ایسے نفیس سلسلے میں منسلک کیا جس نے معنی مرادی کو کھول دیا، در مختار میں فرمایا:

لايخرج منه بعد اهالة التراب الالحق اٰدمى كان تكون الارض مغصوبة اواخذت بشفعة، ويخير المالك بين اخراجه و مساواته بالارض كما جاز زرعه والبناء عليه اذا بلٰى وصار تراباً. زيلعى (باب صلوٰة الجنائز ۱/ ۱۲۶)

بات یہ ہے کہ وہابیہ کی نگاہ میں قبور مسلمین بلکہ خاص مزارات اولیاے کرام علیہم الرضوان کی کچھ قدر نہیں، بلکہ حتی الوسع ان کی توہین چاہتے ہیں اور جس حیلے سے قابو چلے انھیں نیست و نابود و پامال کرانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسان مرا اور پتھر ہوا، حالانکہ شرع مطہر میں مزاراتِ اولیا تو مزارات عالیہ عام قبور مسلمین مستحقِ تکریم و ممتنع التوہین ہیں، یہاں تک کہ علما فرماتے ہیں: "قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے کہ سقفِ قبر بھی حق میّت ہے۔"

قنیہ میں امام علاے ترجمانی سے ہے: ياثم بوطء القبور لان سقف القبر حق الميّت. (قنية، ص:۱۶۷)

حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی نعلین پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑ جائے تو تمام قبر جنت کے مشک، عنبر سے مہک اُٹھے، اگر مسلمان کے سینے اور منہ اور سر اور آنکھوں پر اپنا قدم اکرم رکھیں اس کی لذت و نعمت و راحت و برکت میں ابدالآباد تک سرشار و سرفراز رہے۔ وہ فرماتے ہیں:

لان امشى علٰى جمرة اوسيف احبُّ الىّ من ان امشى علٰى قبر مسلم . رواه ابن ماجة بسند جيد عن عقبة بن عامر رضى الله تعالٰى عنه.(ص:۱۱۳)

بے شک چنگاری یا تلوار پر چلنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں، اسے ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور وہابیہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو قبروں پر مکان بنیں، لوگ چلیں پھریں، قضائے حاجت کریں، بھنگی اپنے ٹوکرے لے کر چلیں۔ (اہلاک الوہابیین، ملتقطاً) واللہ تعالیٰ اعلم

فکر امروز

معاشرے میں طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحانات

اسباب، نقصانات اور احتیاطی تدابیر

عبدالخبیر اشرفی مصباحی

شادی کا بندھن ایک عظیم معاہدہ ہے، مضبوط ترین ناتا ہے، زندگی بھر کا رشتہ ہے-اس بندھن کے ساتھ بہت ساری مصلحتیں اور فوائد وابستہ ہیں: خاندانی مصلحتیں اور فوائد، رشتہ داری مصلحتیں اور فوائد، معاشرتی مصلحتیں اور فوائد، دینی و دنیاوی مصلحتیں اور فوائد وغیرہ- اب اس عظیم ترین بندھن کو طلاق کے ذریعہ توڑنا بے شمار مصلحتوں اور فائدوں کا خون کرنا ہے جس سے خاندان، رشتہ دار، معاشرہ سب متأثر ہوتے ہیں-بچوں کا چمن اجڑ جاتا ہے، خاندان کا گلشن مرجھا جاتا ہے، معاشرہ کی تشکیل الجھ جاتی ہے، مذہبی و دنیاوی زندگی بے کیف ہوجاتی ہے اور خاص کر زوجین کی کشتیِ حیات ڈواں ڈول ہوجاتی ہے-

ان ہی سنگین حالات کے مد نظر صاحب شریعت ﷺ نے طلاق کو "ابغض الحلال" کہاہے. چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایاہے کہ:"ابغض الحلال الی اللہ الطلاق" اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ حلال طلاق ہے-[فتح الباری، جلد:۹/ص:۳۶۲/ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت لبنان، سن اشاعت ۱۳۷۹ھ]

یعنی کچھ حلال چیزیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے، جسے کرنے پر نہ کوئی ثواب ہے اور نہ وہ قرب خداوندی کا ذریعہ ہے-بلکہ بسا اوقات طلاق دینے والا گناہ گار ومجرم قرار پاتا ہے-چنانچہ علامہ عبدالمبین نعمانی لکھتے ہیں:

"اسلام نے بوقت ضرورت مرد کو طلاق کی اجازت دی ہے اس کے شرائط ہیں کہ طہر[پاکی کی حالت] میں ہو، اور صرف ایک رجعی یا بائن، غصے میں اور جہالت کی وجہ سے اکثر ہمارے مسلم بھائی ایک ساتھ تین طلاقیں داغ دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ، طلاق اگرچہ تین بار واقع ہوجاتی ہے لیکن یہ حرکت سراسر خلاف شرع اور گناہ ہے"-[ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اکتوبر ۲۰۱۱ء]

بہت سے لوگوں نے طلاق کو معمولی سمجھ لیاہے، جس سے ان کو بھاری نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے -اس کی بنیادی وجہ دینی تعلیم سے دوری اور مذہبی امور سے بے اعتنائی ہے -آئیے! دار الافتا میں پہنچنے والے سوالات اور معاشرہ کے مطالعہ کی روشنی میں، ہم طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے اسباب وعلل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں-

حقوق زوجین کی ادائیگی میں کوتاہی: شوہر و بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں -

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ -

اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق، اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے-

یعنی جس طرح عورتوں پر شوہروں کے حقوق کی ادا واجب ہے اسی طرح شوہروں پر عورتوں کے حقوق کی رعایت لازم ہے-

[ترجمہ کنزالایمان مع خزائن العرفان، سورۂ بقرہ:۲۲۸-]

حسن معاشرت کے معاملہ میں شوہر و بیوی کے حقوق یکساں ہیں البتہ شوہر کو بیوی پر فوقیت حاصل ہے-اس پر بیوی کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، اس لیے اسے زیادہ متحمل ہونے کی ضرورت ہے-

شوہر و بیوی میں سے کوئی ایک یا دونوں جب ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت نہیں کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقررہ حدود کی حفاظت نہیں کرتے ہیں تو نتیجہ طلاق کی صورت میں سامنے آتا ہے-

اجباری شادی: اپنے عاقل وبالغ بچوں کی شادی طے کرتے وقت ولی پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان کی پسند ناپسند معلوم کرلے اور ان کی اجازت سے شادی طے کرے، یہ ایک طویل اور مضبوط ازدواجی زندگی کا معاملہ ہے اس لیے ممکن ہو تو قبل شادی ایک بار ایک دوسرے کو دکھا بھی دے-

حدیث شریف میں ہے-الأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِى نَفْسِهَا-

شادی کے معاملہ میں بیوہ، مطلقہ عورتیں ولی سے زیادہ اپنے نفس کی حق دار ہیں اور غیر شادی شدہ عورتوں سے اجازت لی جائے

گی-[سنن ابوداؤد، باب فی الثیب، ص:۱۹۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت]

خطب رجل امرأة من الأنصار فقال له رسول الله ﷺ هل نظرت إليها قال لا فأمره أن ينظر إليها-

ایک صحابی نے ایک انصاریہ خاتون کو پیغام نکاح دیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: تونے اسے دیکھ لیا ہے؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: اسے دیکھ لے-[نسائی، السنن الکبری، حدیث نمبر ۵۳۴۵، جلد ۳/ ص:۲۷۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، سن اشاعت ۱۹۹۱ء]

ان احادیث کی روشنی میں اگر نکاح طے کیا جائے تو امید ہے کہ ایسا نکاح دیرپا اور مضبوط ہوگا مگر اکثر دکھا گیا ہے کہ؛ والدین اس موقع پر اپنے خصوصی اختیارات کا استعمال کرتے ہیں اور بچوں کی رضامندی کے بغیر شادی طے بھی کردیتے ہیں، اس میں ان کی مرضی شامل نہیں کرتے جن کو زندگی بھر ساتھ ساتھ رہنا ہے-جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شوہر وبیوی ایک دوسرے کو قبول نہیں کرپاتے پھر طلاق یا خلع کی نوبت آجاتی ہے-

شراب نوشی وجوابازی: شریعت مطہرہ نے نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ان میں شراب سب سے اہم ہے، اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، اس کا قلیل وکثیر سب حرام ہے-اسی طرح قمار بازی حرام ہے، اس کی حرمت بھی نص قطعی سے ثابت ہے- ایک میں مال کا ضیاع ہے تو دوسرے میں حصولِ مال کا جذبہ کارفرما ہے-قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ-

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں، شیطانی کام، توان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ-

[ترجمۂ کنزالایمان، سورۂ مائدہ، ۹۰/]

بکھرا ہوا بال، گردوغبار سے اٹا ہوا جسم، کیچڑ ودھول سے سنا ہوا لباس، عقل ماؤف، زبان پر گالیاں، گرتا پڑتا شرابی انسان، مئے نوشی کرکے جب گھر آتا ہے، بیوی بیچاری اپنے شوہر کے اس حالت زار سے بیتاب ہوجاتی ہے کبھی غصہ میں، کبھی پیار سے اسے سمجھانے کی کوشش کرتی ہے، مگر اس کو اس افہام وتفہیم کا بدلہ زدوکوب اور طلاق کی صورت میں ملتا ہے-العیاذ باللہ-

اسی طرح جواباز انسان مرجھایا ہوا چہرہ اور خالی ہاتھوں کے ساتھ جب گھر واپس آتا ہے-گھر میں ضروریات زندگی نہ ہونے کی وجہ سے بیوی اسے سمجھانے کی کوشش کرتی ہے، اپنے گھر اور بچوں کی مستقبل کا احساس دلاتی ہے تو اسے ایک ناصح کی حیثیت سے قبول کرنے کی بجائے، دھمکانے مارنے لگتا ہے-نتیجتاً طلاق کی نوبت آجاتی ہے-

عورت کی کمائی پر تکیہ: اللہ تعالی نے مرد کو عورت کا کفیل بنایا ہے، گھر کا ذمہ دار کیا ہے-اسی وجہ سے اسے عورت پر فوقیت حاصل ہے-شادی کے بعد عورت کے نان ونفقہ کا اپنی مقدور بھر انتظام کرنا اس کی شرعی ذمہ داری ہے-اگر مرد نفقہ پر کسی صورت قادر نہ ہو تو اسے شادی کی اجازت ہی نہیں ہے-ایسے مرد کو غلبۂ شہوت پر غلبہ پانے کے لیے روزہ رکھنے کا حکم آیا ہے-

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے-لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ-

مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا-

[ترجمۂ کنزالایمان، سورۂ طلاق: ۷]

لیکن کیا کہیے! کاہلی جس کی عادت ہو، محنت ومشقت سے جی چرانا جس کی چاہت ہو، بے فکری جس کی فطرت ہو، دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنا جس کی سیرت ہو وہ کبھی مردوں جیسا کام نہیں کرسکتے-ایسے مرد ہوٹلوں اور چائے وقہوہ خانوں میں پان چبا چباکر دوسروں کی عیب جوئی کرنا اپنی آن سمجھتے ہیں-پورا گھر بیوی کے سہارے چھوڑ دینا اپنی شان گردانتے ہیں-پھر بیوی اپنی محنت ومشقت کے بدلے، اپنے آپ کو حاکم اور شوہر کو محکوم سمجھنے لگتی ہے-اور یہ مرد کاہل کو نہ بیوی کا محکوم بننا پسند کرتا ہے اور نہ اپنی حاکمیت پر آنچ آنے دینا گوارا ہوتا ہے-اب لڑائی تو تو میں میں سے شروع ہوکر الفاظ طلاق پر ختم ہوتی ہے-

سامان جہیز کی کمی: بیٹی کو جہیز دینے کا مقصد سنت رسول پر عمل ہے-نئی رشتہ داری کی حوصلہ افزائی ہے-نئے گھر کو بسانے میں کوئی کمی نہ رہ جائے اس کی بھرپائی ہے-ہادی دوعالم ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کو جہیز دیا ہے-مگر کیا دیا؟ اور کتنا دیا؟ ایک امتی کو اس کی جانکاری رکھنا چاہیے-سنیے!

لما زوج رسول الله ﷺ فاطمة من علی کان فيما أهدى معها سريرا مشروطا ووسادة من آدم حشوها ليف وقربة —

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شادی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی تو ان کے ساتھ دی ہوئی چیزوں میں ایک نقشی تخت، کھجور کی چھال سے بھرا ہوا ایک تکیہ اور ایک مشکیزہ تھا۔

[نسائی، السنن الکبری، جلد۵ ر ص:۱۴۴]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ: أن رسول الله ﷺ لما زوجه فاطمة بعث معها بخميلة ووسادة من أدم حشوها ليف ورحائين وسقاء وجرتين۔

رسول اللہ ﷺ نے جب ان سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کی تو ان کے ساتھ ایک روئیں دار چادر، درخت خرما کی چھال سے بھرا ہوا چمڑے کا ایک تکیہ، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو مٹی کے گھڑے بھیجے۔ [امام جلال الدین سیوطی، جامع الاحادیث، باب مسند علی بن ابی طالب، جلد۲۹ر ۴۲۱]

بنت رسول کا سامان جہیز آپ نے دیکھ لیا، آج کل کی شادیوں کو آپ روزانہ دیکھتے رہتے ہیں۔ پھر بھی بعض دولت کے لالچی، ثروت کے حریص، شہرت کے طالب اور نام ونمود کے دالدادہ محض جہیز کی خاطر عورتوں کو ستاتے رہتے ہیں۔ حالاں کہ وہ عورت اب محض ایک پرایا عورت نہیں ہے۔ اس کے افراد خاندان کی رشتہ دار بن چکی ہے۔ کسی کی بہو، کسی کی بھابی، کسی کی چچی، کسی کی ممانی اور خود شوہر کے بچوں کی ماں کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ پھر بھی ظالم، وافر مقدار میں جہیز کا مطالبہ کرتے رہتا ہے، بسا اوقات عورت کو اس کے لیے اپنی جان قربان کر دینی پڑتی ہے اور کبھی طلاق یا خلع سے ہی نجات پا جاتی ہے۔

میاں بیوی کی آوارگی: مثل مشہور ہے کہ "جیسے کو تیسا" انسان جب خود اچھا ہوتا ہے تو اللہ دین ودنیا کی اچھائیاں اس کی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔ اور جب وہ خود برا ہوتا ہے تو برائیاں اس کا نصیبہ بن جاتی ہیں اور وہ معاشرہ کو بھی تباہی وبربادی کی طرف لے جاتا ہے۔ پھر بھی اس کی خواہش ہوتی ہے کہ برائیوں کے دلدل میں وہ تو پھنسا ہے مگر اس کے افراد خاندان، اہل وعیال نہ پھنسیں، وہ نیک سیرت وپاک طینت ہوں۔ خود رات بھر ٹی وی کی اسکرین پر نظریں جمائے رومانس بھری فلمیں دیکھتا ہے اور بیوی صوم وصلاۃ کی پابند اور تہجد گزار طلب کرتا ہے۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ بدکار مرد کے لیے بدکارہ عورتیں، اور بدکارہ عورتوں کے لیے بدکار مرد ہیں۔ اسی طرح نیکوکار مرد کے لیے نیک عورتیں، اور نیک عورتوں کے لیے نیک مرد ہیں۔

چنانچہ اللہ فرماتا ہے۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ۔

گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لیے، اور ستھریاں ستھروں کے لیے اور ستھرے ستھریوں کے لیے۔

[ترجمہ کنز الایمان، سورۂ نور:۲۵]

☆مرد آوارہ مزاج ہے، شادی سے پہلے گرل فرینڈ کا لطف لے چکا ہے۔ اب شادی کے بعد اپنی آوارگی مزاج کی وجہ سے غیر عورتوں کے ساتھ تعلقات رکھتا ہے، بیوی کو اس کی بھنک لگتے ہی پہلے شک وشبہات میں مبتلا ہوتی ہے، پھر شک جوں جوں یقین سے بدلتا جاتا ہے، نفرتیں اپنا دامن پھیلانے لگتی ہیں، آخر کار دونوں کے درمیان نفرتوں کا پہاڑ کھڑا ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات یہ نفرتیں انتقام فاسد کا جذبہ اختیار کر لیتی ہیں۔ شوہر جب کسی عورت کو آشنا بنا لیتا ہے تو بیوی بھی اس کو جلانے کے لیے کسی مرد کو آشنا بنا لیتی ہے۔ پھر یہ گھر جہنم کدہ بن جاتا ہے اور زوجین کو طلاق کے بعد ہی نجات کی صورت نظر آتی ہے۔

☆عورت ماڈرن گھرانے کی ہے۔ کالج ویونیورسٹی کے بوائے فرینڈس شادی کے بعد بھی اس سے رابطہ رکھنا چاہتے ہیں، کبھی عشق سابق کے دام میں پھنس کر اور کبھی بلیک میلنگ کا شکار ہو کر وہ اپنا گھر خود ہی تباہ کر لیتی ہے۔ کبھی مرد کی چند بیویاں ہونے کی وجہ سے وہ عدل وانصاف نہیں کر پاتا اور کسی ایک کی طرف اس کا میلان زیادہ ہوتا ہے۔ دوسری اس کو برداشت نہیں کر پاتی ہے۔ اس طرح سے اس کا گھر تباہ وبرباد ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں شریعت طاہرہ کی یہ نصیحت کارآمد ہے۔

قال في الفتح والمستحب أن يسوى بينهن في جميع الاستمتاعات من الوطء والقبلة ليحصنهن عن الاشتهاء للزني والميل إلى الفاحشة۔

فتح القدیر میں ہے کہ: عورت کو خواہش زنا سے بچانے اور فحش حرکتوں سے روکنے کے لیے مستحب ہے کہ اگر چند بیویاں ہیں تو ہر ایک کے ساتھ جماع وبوسہ میں بھی برابری رکھے۔ [کمال الدین ابن ہمام، فتح القدیر، باب القسم، جلد:۷ر، ص:۲۷۳ر مکتبہ شاملہ ملخصًا]

☆کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرد اپنی روزی روٹی کے لیے دوسرے ملک میں رہتا ہے، ایک لمبے عرصے کے بعد مختصر مدت کے لیے اس کی واپسی ہوتی ہے، گھر کا نگراں کمزور ہے، اس کی کمزوری کا فائدہ دوسرے لوگ اٹھاتے ہیں۔ شوہر کو خبر لگتے ہی اس کی غیرت آواز دیتی ہے اور وہ بیوی کی اس نازیبا حرکت میں اپنی شرکت قبول کرنے کی بجائے، عورت کو ہی بے سہارا بنانے میں اپنی مردانگی کا کمال سمجھتا ہے۔ ایسے وقت میں اگر وہ اسلام کے اس فارمولہ پر عمل کرتا تو اس کو یہ دن

دیکھنا نہ پڑتا-مشہور محقق علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قال فی الفتح واعلم أن ترك جماعها مطلقا لا يحل له صرح أصحابنا بأن جماعها أحيانا واجب ديانة لكن لا يدخل تحت القضاء والإلزام إلا الوطأة الأولى ولم يقدروا فيه مدة ويجب أن لا يبلغ به مدة الإيلاء إلا برضاها وطيب نفسها به -قال فی النهر فی هذا الكلام تصريح بأن الجماع بعد المرة حقه لا حقها - قلت فيه نظر بل هو حقه وحقها أيضا لما علمت من أنه واجب ديانة -

بیوی سے جماع مطلقاً ترک کر دینا حلال نہیں -ائمہ فقہ نے تصریح فرمائی ہے کہ کبھی کبھی بیوی سے جماع کرنا دیانتاً واجب ہے -لیکن قاضی کو ایک بار جماع کے علاوہ کوئی اور جماع شوہر پر ضروری قرار دینے کا حق نہیں -فقہاے کرام نے دوسرے جماع کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں فرمائی البتہ یہ مدت وقت ایلاء [چار ماہ] تک نہیں پہنچنی چاہیے -بیوی کی رضا وخوشی سے اس مدت میں من چاہی اضافہ ہو سکتا ہے -نہر الفائق میں ہے:"اس گفتگو میں صراحت ہے کہ ایک بار کے بعد دوسری بار جماع، مرد کا حق ہے عورت کا حق نہیں ہے"-میری نزدیک نہر الفائق کی عبارت قابل غور ہے -کیوں کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ کبھی کبھی جماع کرنا دیانتاً واجب ہے تو یہ مرد کا بھی حق ہوا اور عورت کا بھی حق ہوا-

[ابن عابدین شامی، ردالمحتار علی الدر المختار، جلد ۳، ص:۲۰۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت سن اشاعت ۲۰۰۰ء/۱۴۲۱]

غور کریں! کس قدر واضح ہدایات شریعت کی جانب سے ہمارے پاس موجود ہیں -اگر ہم ان پر عمل کریں تو یقیناً طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو کم سے کم تر کیا جا سکتا ہے -ہمارا گھر خوشحال گھر ہو سکتا ہے -شادی کے دن کی خوشی ہمیں واپس مل سکتی ہے -

مذکورہ اسباب کے علاوہ بہت سے اور بھی اسباب ہیں جن کی وجہ سے روز بروز شرح طلاق میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، مثلاً: عورت کا بانجھ پن یہ عیب مرد کے اندر بھی ممکن ہے -لہذا اس کی صحیح تشخیص کے بعد ہی عورت کی طرف اس کا انتساب ہونا چاہیے اور صرف بانجھ پن کی وجہ سے طلاق دینا نامناسب ہے -عدم استطاعت کے باوجود ایک سے زائد شادیاں، یہ بھی ایک سبب ہے، لہذا ایسی حالت میں قرآن کے اس فرمان پر عمل کرنا چاہیے- فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً- اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو-

[ترجمہ کنز الایمان، سورۂ نساء:۳]

معاشرہ اور خاندانوں کے حالات پر نظر ڈالنے سے طلاق کے مزید اسباب کا بخوبی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے-

طلاق کے نقصانات: آج کل بیوہ یا مطلقہ عورتوں سے شادی کرنے کے لیے بہت کم لوگ راضی ہوتے ہیں -اگر کسی کی ایک سے زائد لڑکیاں ہیں تو بیاہتا لڑکی کی دوبارہ شادی کرنے کی استطاعت بھی بہت کم لوگوں کے اندر ہوتی ہے -شادی کے بعد قلیل مدت کے اندر اگر طلاق ہوتی ہے تو عورت کا ایک لمبا عرصہ یا پوری زندگی تنہائی میں گزارنی پڑتی ہے-

☆جنسی خواہشات کی تسکین جاندار کی فطرت ہے -اس آگ کی تپش اس عریاں وفحش دنیا میں زیادہ تیز ہو چکی ہے -جائز طریقے سے جب اس کی تسکین نہیں ہو پاتی تو ناجائز طریقہ اپنانے میں خصوصاً غیر مذہبی طبقہ کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے -اس لیے جس معاشرہ میں طلاق کے واقعات زیادہ ہوتے ہیں اس معاشرہ میں زنا کے واردات میں بھی اضافہ ہوتا ہے-

☆کہتے ہیں کہ: شادی سے پہلے والد کے گھر میں بیٹی کی حیثیت رانی کی ہوتی ہے اور شادی کے بعد اسی گھر میں اس کی حیثیت نوکرانی کی ہوتی ہے- اب بے اجازت ہر سامان وہ چھو نہیں سکتی بھائی، بھتیجے، بھابھی کی اس پر نظر رہتی ہے- طلاق کی وجہ سے سسرال چھوٹا اور بیاہتا ہونے کی وجہ سے اختیار لوٹا-ان حالات سے دل برداشتہ ہو کر شریف زادیاں خودکشی کرنے ہی میں اپنی عافیت سمجھتی ہیں -

☆پانی پر بچھا ہوا تخت، اس پر متکبرانہ انداز میں تخت نشیں، اپنے کارندوں سے دن بھر کا حساب لیتا ہے-اس کا معیار یہ ہے کہ جو سب سے بڑا فتنہ باز ہے وہی سب سے بڑا رتبہ والا ہے- وہ پوچھتا ہے: تو نے کیا کیا؟ میں نے یہ یہ فتنے برپا ئے- ہٹو! تو نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا-کارندے آتے رہے اپنا حساب دیتے رہے- وہ سب کو دھتکارتا رہا- پھر ان میں سے ایک آیا اور گویا ہوا: مَا تَرَكْتُهُ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ قَالَ فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ نِعْمَ أَنْتَ ،قَالَ الْأَعْمَشُ أُرَاهُ قَالَ فَيَلْتَزِمُهُ-میں فلاں کے پیچھے لگا رہا، دن بھر اس سے چمٹا رہا، اور اس وقت تک چمٹا رہا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوا دی-اب تخت نشیں شیطان ابلیس لعین اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے:.............. (باقی، ص:۳۰ پر)

شعاعیں

ایمان، تقویٰ اور ولایت

مفتی محمد علی قاضی مصباحی جمالی

فکر و عمل کی صلاح و فلاح کے لیے ایک عشق انگیز اور مدلل تحریر

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًاۙ وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق ۶۲ آیت ۲)

ترجمہ! اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے راستہ پیدا کرتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی عطا کرتا ہے جہاں سے اس کا گمان نہ ہو۔۔۔اہل ایمان واہل تقوی پر اس قدر فضل ربانی وفیضان رحمانی کی برسات ہوتی ہے کہ ان پر آسمانوں اور زمین کی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔بشارت قرآنی کا یہ جلوہء نورانی دیکھیے۔ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَوۡ اَنَّ اَہۡلَ الۡقُرٰۤی اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَفَتَحۡنَا عَلَیۡہِمۡ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ (الاعراف ۷ آیت ۹۶)

ترجمہ! اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیت

ے (شہر مکہ یا کہیں کے رہنے والے ایمان وتقویٰ اختیار کرلیں ان پر بارش کی کثرت، رزق کی کثرت اور امن وسلامتی نازل ہو)۔سر دست خوف خدا کے حوالے سے ہم یہاں چند منتخب واقعات اسلامی قارئین کی ضیافت طبع کے لیے پیش کریں گے جو ہم سب کے لیے درس عمل ہیں۔

واقعہ! حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے خوف کا یہ عالم تھا کہ جب صبح کو اٹھتے تھے تو آئینہ لے کر اس میں اپنا چہرہ دیکھتے تھے جب لوگ پوچھتے تھے کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں؟ فرماتے بھائی میں ڈرتا ہوں کہ گناہوں کی وجہ سے کہیں میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو۔

واقعہ! ایک مرتبہ امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کسی دعوت میں تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ ایک سرمہ دانی رکھی ہوئی ہے پوچھا یہ کس چیز کی بنی ہوئی ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ چاندی کی ہے فرمایا حضور ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا ہے اور یہاں چاندی کی سرمہ دانی استعمال ہوتی ہے اس لیے اس گھر میں دعوت نہیں کھاتا واپس جاتا ہوں یہ کہ کر اٹھے اور نکل گئے۔

(تعمیر حیات لکھنوء ۲۵ مئی ۲۰۰۹).

واقعہ! امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن بازار سے گذر رہے تھے کہ ناخن بھر کیچڑ اڑ کر آپ کے لباس پر پڑا آپ اسی وقت دجلہ کے کنارے گئے اور اسے خوب خوب مل کر دھویا۔لوگوں نے کہا حضور! اس قدر نجاست کو آپ جائز بتاتے ہیں جب کہ خود اس قدر مٹی کو دھوتے ہیں؟ آپ نے کہا تم سچ کہتے ہو وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے۔

(سچی حکایات ج ۲ از ابو النور محمد بشیرؒ).

خوف خدا! حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضور ﷺ کو ممبر پر یہ کہتے سنا وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ (الرحمن) ترجمہ! جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں، تو میں نے کہا یا رسول اللہ! اگر چہ وہ زنا کرے اور اگر چہ وہ چوری کرے (وَاِنۡ زَنٰی وَاِنۡ سَرَقَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ) آپ نے دوبارہ یہی دوہرایا جو رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں میں دوبارہ اور تیسری بار یہی دوہرایا وَاِنۡ زَنٰی وَاِنۡ سَرَقَ یعنی اگر چہ وہ زنا کرے اور اگر چہ وہ چوری کرے آپ نے تیسری دفعہ بھی یہی کہا اور کہا اگر چہ ابو الدرداء کی ناک مٹی میں مل جائے مگر اس کے لیے دو جنتیں ہیں (بہشت کی کنجیاں از علامہ اعظمی بحوالہ مشکوٰۃ)۔

خوف ملائکہ! علامہ ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ساتوں آسمان پر اللہ کے ایسے فرشتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جب سے پیدا کیا ہے برابر سجدے میں ہیں اور اس کے عذاب سے انتہائی خوفزدہ ہیں قیامت کے دن جب وہ سجدے سے سر اٹھائیں گے تو کہیں گے سُبۡحَانَکَ مَا عَبَدۡنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ (اے پاک پروردگار! ہم

نے تیری کماحقہ عبادت نہ کی)۔فرمان الٰہی ہے:

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُوْنَ

(النحل ۱۶ آیت ۵۰)

ترجمہ! اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جوانہیں حکم ہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہوتا ہے:

اِذَا اقْشَعَرَّ جَسَدُ الْعَبْدِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى تَحَاتَتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَمَا يَتَحَاتُّ عَنِ الشَّجَرَةِ وَرَقُهَا

(مکاشفۃ القلوب صفحہ ۴۴)

ترجمہ! خوف الٰہی سے جب مومن کا بدن کانپتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح سوکھے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔

تین قسم کے آدمی! اللہ سے ڈرنے کی بات تو سبھی کرتے ہیں مگر ان میں سچا کون ہے اس کی پہچان ضروری ہے۔ اس لحاظ سے ڈرنے والوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو صرف لب پر نام خدا لیتا ہے مگر دل میں خوف خدا نہیں رکھتا۔ دوسرا وہ جو بعد مرگ حساب وکتاب اور جزا وسزا کے ڈر سے خوف خدا کا اظہار کرتا ہے اور تیسرا وہ جس کے دل میں مکمل خوف خدا ہوتا ہے، عام حالات ہوں کہ غیر معمولی حالات وہ ہمیشہ اللہ سے ڈرتا ہے۔ اول قسم کے لوگوں کی تعداد مسلم معاشرہ میں بلا مبالغہ زیادہ ہے۔ یہ بات بات پر قسمیں کھاتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا بار بار نام لیتے ہیں اور قرآن وسنت کا اپنے مخاطب کو واسطہ دیتے ہیں مگر سچ پوچھیے تو ایسوں کے دل یاد الٰہی سے قطعاً خالی، خوف خدا سے بالکل عاری اور خشیت مولیٰ سے یکسر دور ہوتے ہیں۔ ایسوں پر وعظ ونصیحت اور ہدایت وموعظت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہ لوگ عموماً عیار ومکار اور دورخے ومنافق ہوتے ہیں۔ بتوفیق الٰہی یا صالحین کی صحبت کے نتیجے میں یہ بدل جائیں تو ممکن ہے۔ کیوں کہ

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

مگر عام حالات میں ان کے سدھرنے کی امید کم ہی ہے۔۔ دوسرے قسم کے لوگوں سے امید ہے کہ وہ سنبھل جائیں کیوں کہ احتساب آخرت کے خوف اور عذاب جہنم کے ڈر سے خوف خدا کا ظہار کرنا بھی بذات خود ایک اچھی علامت ہے جو بندے کو کبھی نہ کبھی بہتری کی طرف رہنمائی کرنے کا موجب بن سکتی ہے۔ اللہ پاک نے ایسوں کو سنبھلنے کا ایک موقعہ عطا کیا ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوا وَاَصْلَحُوْا (قرآن) مگر ہاں وہ جو توبہ کریں اور سدھر جائیں۔

اور آخر الذکر یعنی تیسرے قسم کے لوگ تو بخدا! صاحبانِ خدا، محبوبانِ بارگاہِ خدا، مومنینِ صدق وصفا اور بندگانِ عشق وتقویٰ ہوتے ہیں۔ ان کا ظاہر وباطن یکساں ہوتا ہے۔ ایسوں ہی کی مجلس بجا طور پر حسب ذیل شعر کی مصداق ہے

ہر کہ خواہد نشستن با خدا وہ نشیند در مجلسِ اولیا

(جو آخرت میں خدا کی مجلس میں بیٹھنے کا آرزو مند ہے اسے چاہیے کہ وہ دنیا میں اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے کی عادت بنائے)۔

رب قدیر اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل ہمیں قول وفعل کے تضاد سے بچائے اور ہمارے ظاہر وباطن کو خوف خدا کا مظہر بنائے۔ آمین۔

ولایت! ایمان وخوفِ الٰہی (تقویٰ) کے بعد قربتِ رحمانی وعنایتِ یزدانی وولایتِ رحمانی کا مرتبہ ومقامِ رفیع الشانی ہے۔ اس لیے آئیے اب ولایت کی تعریف، ولایت کی پہچان، اس کا مقام اور اس کی کرامت وعزت بھی دریافت کریں۔

ولایت کی تعریف!

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (یونس ۱۰ آیت ۶۲)

ترجمہ! سن لو بے شک اللہ والوں کو نہ کسی بات کا خوف ہے اور نہ کسی بات کا غم (یعنی وہ) جو ایمان لائے اور پرہیزگار ہوئے۔ معلوم ہوا کہ ولایت کی اساس وبنیاد ایمان وتقویٰ ہے، لھٰذا ایمانِ کامل وخشیتِ صادق کے بغیر کسی کے ولی ہونے یا کسی کے لیے ولایت حاصل ہو جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ایمان وپرہیزگاری کے ساتھ توفیق وفضلِ الٰہی ولایت خداوندی کا سبب ہیں۔

ولی کی تعریف! ولی وہ مومنِ صالح جس کو معرفت (علم پہچان) وقربِ الٰہی کا ایک خاص درجہ ملا ہو۔ اکثر شریعت کے مطابق ریاضت وعبادت کرنے کے بعد ولایت کا درجہ ملتا ہے اور کبھی ابتدائً بلا ریاضت ومجاہدہ بھی مل جاتا ہے۔ تمام اولیا میں سب سے بڑا درجہ حضرات خلفائے اربعہ یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا ہے۔ اولیاء ہر زمانے میں ہوتے ہیں

اور ہوتے رہیں گے لیکن ان کا پہچاننا آسان نہیں۔ حضرات اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت دی ہے جوان سے مدد مانگے ہزاروں کوس کی دوری سے اس کی مدد فرماتے ہیں۔ یہاں پر ہم چند مشہور وممتاز ائمہ اسلام واساطینِ امت کے اس حوالے سے اقوال نقل کررہے ہیں تاکہ اولیاءکرام کی روحانی طاقت کا ہمیں اندازہ ہوسکے، (الف) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب تکمیل الایمان میں تحریر فرماتے ہیں:۔ اولیاء انتقال کے بعد بھی تصرف کرتے ہیں ان کو وسیلہ بنانا اوران سے مدد مانگنا ثابت وموثر ہے؛۔

(ب) امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہل سنت کے نزدیک علم وادراکِ موتیٰ کی تحقیق کرکے فرمایا؛اسی لیے اولیاء کے قبروں کی زیارت اور بزرگوں کی روحوں سے مدد مانگنا نفع دیتا ہے؛ ۔(ج) حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں؛جس سے زندگی میں مدد مانگ سکتے ہیں اس سے مرنے کے بعد بھی مدد مانگ سکتے ہیں

(قانون شریعت حصہ اول مکتبہ جام نوردھلی)۔

ولایت کی پہچان!

اَوْلِیا ئُ اللّٰہِ الَّذِینَ اِذَا رُؤُوْاذُکِرَاللّٰہُ(ملفوظات اعلیٰحضرت ج ٤ ص ٥٠٦ بحوالہ کنزالایمان کتاب الاذکار)

ترجمہ! اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں کہ جنکے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔کسی کے سچے ولی ہونے کی یہ ایک اعلیٰ ظاہری علامت ونشانی ہے۔ظاہر ہے کہ صورت وسیرت سے جن کا ظاہر عین شریعت کے مطابق ہو،بے شک وہ اس لائق ہیں کہ قلوب ان کی طرف مائل ہوجائیں اور انسانی طبیعتیں اُن سے متاثر ہوں۔

ولایت کی شان!

مَا السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُونَ السَّبْعُ فِی نَظَرِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ اِلَّا کَحَلْقَۃٍ مُلَقَّاۃٍ فِی فَلَاۃٍ مِنَ الْاَرْضِ

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ٤ ص ٥١٠ بحوالہ الابریز فی ذکر شیخ التربیۃ ج ٢)

سیدی عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ساتوں آسمان اور ساتوں زمین مومن کی نگاہِ وسعت کے سامنے ایسے ہیں جیسے کسی لق ودق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔

ولی یا ولایت کی کرامت! ایک صاحب اولیا میں سے تھے دوعالم ان کی ملاقات وزیارت کو پہنچے۔ان کی اقتدا میں نماز پڑھی۔

قراءت وتلاوت میں کچھ قواعد مستحبہ میں کمی رہ گئی۔ان کے دل میں خطرہ گذرا کہ یہ ولی ہیں مگر ٹھیک سے قرآن پڑھنا نہیں آتا۔ اس بزرگ نے اس وقت کچھ نہ کہا۔ادھر ان کے گھر کے قریب ایک نہر بہتی تھی یہ دونوعالم صاحبان نہانے کے لیے کپڑے اتار کر نہر میں لنگوٹی لگائے اتر گئے کہیں قریب کے جنگل سے ایک شیر نکل آیا اور ان کے کپڑوں پر قبضہ جما کر بیٹھ گیا۔شیر کے خوف سے شام گئی یہ پانی ہی میں رہے۔ادھر اس بزرگ نے دریافت کیا کہ ہمارے دو مہمان صبح آئے تھے وہ کہاں ہیں ؟کسی نے ان کی مشکل حالت کا ذکر کیا یہ پہونچے شیر کو ایک طمانچہ لگایا اور کہا ہم نے نہ کہا تھا کہ ہمارے مہمانوں کو نہ ستانا۔شیر اٹھ کر جب چلا گیا اب ان دونوں عالموں سے اس بزرگ نے کہا آپ نے ابھی زبان سیدھی کی ہے اور ہم نے اپنا دل سیدھا کیا ہے (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج٤ص ٤٨٠ بحوالہ الرسالۃ القشریۃ باب کرامات الاولیا)۔

رسائی اہل دل کی ہے جہاں تک
خرد والے نہ پہنچیں گے وہاں تک

تین درجے ایمان، تقویٰ اور ولایت کے!

ایمان کی حقیقت ہے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کما حقہ یقین سے ماننا اس میں ساری باتیں آگئیں، جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحیح طور پر سے مان لیا اس نے رب کو قرآن کو قیامت کو اور جنت ودوزخ سب کو ہی مان لیا۔ اب یقین کے تین درجہ ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین سنکر یقین کرنا علم الیقین ہے، دیکھ کر یقین کرنا عین الیقین ہے اور اس میں فنا ہو کر یقین کرنا حق الیقین ہے۔ مثلاً کسی نے سن کر یقین کیا کہ آگ گرم ہے کبھی اسے دیکھا نہیں اس کا یقین علم الیقین ہے۔دوسرا آگ کے پاس بیٹھا ہوا اور اس کی گرمی محسوس کرتے ہوئے اس کا یقین کررہا ہے اس کا یقین بلاشبہ عین الیقین ہے۔تیسرے نے اپنے کو آگ میں ڈال کر فنافی النّار ہوکر گرمی کا یقین کیا تو اس کا یقین حق الیقین ہوا۔ٹھیک اسی طرح پہلا یقین تو ہر مسلمان کو ہے کیوں کہ اسی پر ایمان کا دارو مدار ہے اور بے شک یہ ایمان کا پہلا درجہ ہے۔دوسرا یقین خاص حضرات کو حاصل ہے، یہی یقین حاصل کرنے کے لیے تو حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بارگاہ رب جلیل میں عرض کیا تھا رَبِّ اَرِنِی کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتیٰ (سورہ البقرہ آیت ٢٦٠) ترجمہ! اے رب میرے مجھے دکھادے تو کیوں کر مردے جلائیگا۔تیسری قسم کا یقین فنافِی اللہ یا فنافِی

الرَّسُول ہونے والے کو حاصل ہوتا ہے۔ جب کوئی ولی اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ رب کھلاتا ہے تو کھاتے ہیں، وہ پلاتا ہے تو پیتے ہیں، وہ بلواتا ہے تو بولتے ہیں ورنہ خاموش رہتے ہیں۔ مشکوٰۃ باب الذکر میں ایک حدیث قدسی ارشاد ہوئی کہ رب فرماتا ہے کہ میں اپنے ولی کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ چھوتا ہے میں اس کی آنکھ زبان ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا اور بولتا ہے۔ اسی حال پر پہنچ کر بعض حضرات اَنَا الْحَقْ کہہ گئے اور بعض سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شانی فرما گئے۔ یہی وہ عجیب وغریب اور حیرت انگیز ورفیع الشان مقام ہے کہ جب جنگ بدر میں حضور محبوب خدا ﷺ نے کنکروں کی مٹھی کفار پر پھینکی تو رب نے ارشاد فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

(سورہ انفال آیت ۱۷)

ترجمہ! اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

تقویٰ! تقوے کے بھی تین درجہ ہیں عوام کا تقویٰ، خواص کا تقویٰ اور اخص الخواص کا تقویٰ۔ ناجائز چیزوں سے بچنا عوام کا تقویٰ ہے، شبہات سے بچنا خواص کا تقویٰ ہے مگر ماسوا اللہ سے علاحدہ ہوجانا اخص الخواص کا تقویٰ ہے یعنی جو چیز رب سے غافل کرے اس سے دور ہوجانا۔ ولایت! اب اسی لیے ولایت کے بھی تین درجہ ہیں۔ ولایت عوام، ولایت خواص اور ولایت اخص الخواص۔

قرآن پاک میں ولی کی دو پہچانیں بتائی گئیں ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ سچے مومن ہوتے ہیں اور سچے پرہیزگار بھی اب جیسا ایمان اور جیسا تقویٰ ہوگا ویسی ولایت ہوگی۔ ارشاد خداوندی ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (سورہ یونس آیت ۶۲۔۶۳)

ترجمہ! سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان وتقویٰ والا بنائے اور اصحابِ ولایت ایمانی وربانی اور اہل ولایتِ رحمانی وعرفانی اور اربابِ ولایتِ حقانی ونورانی کا عقیدت کیش وہم نشیں کرے۔

تین چیزوں کا کرامت سے حصول! اعلیٰ ایمان، اعلیٰ درجے کا تقویٰ میسر آجانے کے بعد بندے کو خدا کی طرف سے اعلیٰ درجے کی ولایت بھی حاصل ہوجاتی ہے۔ اور پھر ولایت کے نتیجے میں مومن کامل یعنی ولی کامل سے خود بخود کرامات وتصرفات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف وکرامات تھے لیکن ان چیزوں کی آپ کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہ تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کشف وکرامات راستے میں حجاب ہیں۔ محبت میں کام استقامت سے نکلتا ہے۔ عاجز بن کر رہنا چاہیے تاکہ اصلی مقصد حاصل ہو۔ کرامتیں ظاہر کرنا بزرگی اور برگزیدگی کی دلیل نہیں۔ اسرار کو پوشیدہ رکھنا چاہیے لیکن اس کے واسطے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے۔ تاہم آپ نے فرمایا کہ کرامت سے تین چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ پہلی چیز علم بے تعلیم یعنی بغیر پڑھے لکھے کے عالم ہونا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اولیا بیداری میں وہ چیزیں دیکھتے ہیں جو عام لوگ خواب میں دیکھتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جیسے عام لوگوں کا خیال خود ان کے اندر اثر کرتا ہے اولیاء کا خیال غیروں میں وہی اثر کرتا ہے۔ آپ کی کرامات میں سے دو واقعات کا یہاں ذکر ہوتا ہے کہ (واقعہ ۱)! ایک مرتبہ قاضی محی الدین کاشانی سخت بیمار ہوئے بظاہر آپ کے بچنے کی امید نہ تھی۔ حضرت محبوب الٰہی آپکو دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ قاضی صاحب جانکنی کے عالم میں تھے حضرت محبوب الٰہی کے قدموں کی برکت سے قاضی صاحب کی سب بیماری دور ہوگئی۔ آپ نے کھڑے ہوکر محبوب الٰہی کو تعظیم دی۔ (واقعہ ۲)! ایک دفعہ آپ کی خانقاہ میں باؤلی کھودی جارہی تھی پانی کھاری نکلا۔ ایک روز آپ سماع میں تشریف رکھتے تھے، آپ نے خواجہ اقبال سے دوات، روشنائی، کاغذ اور قلم منگایا۔ آپ نے کاغذ پر کچھ لکھ کر خواجہ اقبال کو وہ کاغذ باؤلی میں ڈالنے کو دیا پرچے کے ڈالنے سے پانی میٹھا ہوگیا۔

(دلی کے بائیس خواجہ از ڈاکٹر شارب)

ولی میں چار باتوں کا ہونا ضروری! علمائے اسلام فرماتے ہیں کسی سے مرید ہونے یا اس سے بیعت کرنے سے پہلے اس میں چار باتوں کی چھان بین کرلے کیوں کہ یہ دارین میں بھلائی، برکت اور سعادت کا ذریعہ ہے۔ اول! پیر سنی صحیح العقیدہ ہو ورنہ ایمان بھی ہاتھ سے جائے گا۔ دوم! وہ اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتابوں سے نکال لے۔ نہیں تو حرام حلال، جائز وناجائز کا فرق نہ کرسکے گا۔ سوم! فاسق معلن (وہ شخص جو کھلم کھلا گناہ کرتا ہو) نہ ہو کہ فاسق کی توہین واجب ہے۔ اور پیر کی تعظیم ضروری۔ چہارم! اس کا سلسلہ نبی کریم ﷺ تک متّصل ہو ورنہ اوپر سے فیض نہ پہنچے گا (قانون شریعت)۔ ☆

عمامہ شریف مدنی تاج دار ﷺ کی سنت

محمد شاہد علی اشرفی فیضانی

طبی تحقیق کے مطابق دردسر کے لیے عمامہ بہت مفید ہے۔ عمامہ شریف سے دماغ کو تقویت ملتی ہے اور حافظہ مضبوط ہوتا ہے۔
عمامہ شریف باندھنے سے دائمی نزلہ نہیں ہوتا، ہوتا بھی ہے تو اس کے اثرات کم ہوتے ہیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ اللہ کی طرف سے جو دین و مذہب لے کر تشریف لائے اس کو مذہب اسلام کہتے ہیں، اور مذہب اسلام کے متبعین کو مسلمان کہا جاتا ہے اور مسلمان کے لیے اللہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ سے محبت اور ان کی اتباع و پیروی لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں متعدّد مقامات پر اپنی محبت و اطاعت و پیروی کے ساتھ اپنے پیارے حبیب ﷺ کی محبت و اطاعت و پیروی کو لازم قرار دیا ہے۔ چناں چہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ.

(آلِ عمران، آیت: ۳۱)

اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہوجاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ (کنزالایمان)

وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (الحشر، آیت: ۷)

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ (کنزالایمان)

مذکورہ آیاتِ مقدسہ سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ ایک مسلمان کے لیے اطاعت و محبتِ الٰہی کے ساتھ اطاعت رسول و محبتِ رسول بھی ضروری ہے۔ بغیر اس کے کوئی مسلمان، مسلمان اور مومن کامل ہو ہی نہیں سکتا، یہ دونوں چیزیں ایمان کا جزو حصہ ہیں۔ سچی محبت کا تقاضا اور دلیل یہ ہے کہ محبوب خدا کی سنتوں کو عملی جامہ پہنایا جائے اور ان کی اتباع و پیروی کر کے ان کے نقشِ قدم پر چلا جائے یہی سچے مومن اور عاشقِ رسول ہونے کی ایک علامت ہے۔ اب مزید اطاعت رسول و محبتِ رسول کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ پیش کی جارہی ہیں، ملاحظہ ہوں۔

حدیث(۱)- عن أنس لایومن أحدکم حتی أکون أحب إلیه من والده وولده والناس أجمعین.

(بخاری شریف، کتاب الایمان، ج: ۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا، تم میں کا کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹا اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

حدیث(۲)- من رغب عن سنتي فلیس مني.

(مشکوٰۃ شریف، ص: ۲۷)

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے: جو میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہیں۔ (یعنی میرا نہیں)

حدیث(۳)- علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها و عضوا علیها بالنواجذ.

(مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ص: ۳۰)

تم پر میری اور میرے خلفاے راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے، اسے اختیار کرو اور مضبوط پکڑو۔

حدیث(۴)- لا یؤمن أحدکم حتیٰ یکون هواه تبعا لما جئت به. (مشکوٰۃ، ص: ۳۰)

تم میں کوئی کومن کامل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس شے کے تابع نہ ہوجائے جو میں لے کر آیا۔ (یعنی میرے طریقے اور میری سنت کے مطابق نہ ہوجائے۔)

حدیث(۵)- حضرت انس کہتے ہیں کہ سرکار اقدس ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے بیٹے! اگر تجھ سے ہوسکے تو صبح و شام اس حال میں کر کہ تیرے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے برائی نہ ہو تو ایسا کر...... پھر فرمایا: اے فرزند! اور یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۰)

حدیث(۶)- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، سرکار اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو میری امت میں فساد کے وقت میری سنت کو سختی سے پکڑے گا تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔
(مشکوٰۃ شریف، ص:۳۰)

حدیث(۷)- رحمتِ عالم نورِ مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
المتمسك بسنتي عند اختلاف امتي كالقابضِ على الجمر. (نوادر الأصول، ج:۱، ص:۶۸)
یعنی فسادِ امت کے وقت میری سنت کو تھامنے والا آگ کا انگارہ تھامنے والے کی طرح ہوگا۔

آج فتنوں کا دور ہے، مسلمان قسم قسم کے مسائل اور اختلافات میں الجھ کر رہ گئے ہیں اور مدنی تاج دار ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا ترک کر دیا ہے، عصر حاضر کے ساتھ شانہ بشانہ چل کر اپنی زندگی گزارنے کو کامیابی تصور کرتے ہیں۔ ایسے نازک دور میں اگر کوئی مسلمان اپنے آقا و مولا ﷺ کی سنتوں پر عمل کرتا ہے تو یقیناً وہ اس حدیث کا مصداق ہے کہ "جو فسادِ امت کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑے گا تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔"

یوں تو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی ہزاروں پیاری پیاری سنتیں ہیں مگر یہاں پر اختصار کے ساتھ صرف ایک پیاری سنت عمامہ شریف کے فضائل بیان کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ ادا کرنا بغیر عمامہ کے ۷۰ر جمعوں کے برابر ہے۔ (ابنِ عساکر)

(۲) عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامہ باندھو تمھارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کے لیے ہر پیچ پر ایک نیکی ہے۔ (کنز العمال)

(۳) عمامہ کے ساتھ دو رکعت نماز بغیر عمامے کے ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص:۷۸)

(۴) عمامہ کے ساتھ نماز ادا کرنا دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص:۷۸)

(۵) بے شک اللہ عز و جل اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، جمعے کے رز عمامہ والوں پر (فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص:۷۸)

عمامہ شریف باندھنے کے آداب: مناسب یہ ہے کہ پہلا پیچ سیدھی جانب جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۲، ص:۱۱۹)

سرکار ﷺ کے مبارک عمامے کا شملہ پشت کے پیچھے ہوتا اور کبھی کبھی سیدھی جانب، کبھی دونوں کندھوں کے درمیان دو شملے ہوتے، الٹی جانب شملہ لٹکانا خلافِ سنت ہے۔ (اشعۃ اللمعات، ج:۳، ص:۵۲۸)

عمامے کے شملے کی مقدار کم از کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۲، ص:۱۸۲)

عمامے میں سنت یہ ہے کہ ڈھائی گز سے کم نہ ہو، نہ چھ گز سے زیادہ ہو اور اس کی بندش گنبد نما ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۲، ص:۱۸۶)

عمامے کو جب از سرِ نو باندھنا ہو تو جس طرح لپیٹا ہے اسی طرح کھولے اور ایک بارگی مزین پر نہ پھینک دے۔
(فتاویٰ عالم گیری، ج:۵، ص:۳۳)

عمامہ شریف قبلہ رو کھڑے کھڑے باندھے۔
(کشف الالتباس فی استحباب الباس، ص:۳۵)

عمامہ کھڑے ہو کر باندھے اور پاجامہ بیٹھ کر پہنے، جس نے اس کا الٹا کیا وہ ایسے مرض میں مبتلا ہوگا جس کی دوا نہیں۔
(بہار شریعت، ج:۳، ص:۶۶۰، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، دعوت اسلامی)

عمامہ شریف کے طبی فوائد: سرکار دو عالم ﷺ کی کسی بھی سنت پر دنیاوی اور طبی فوائد حاصل کرنے کے لیے عمل نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسے رضائے الٰہی عز و جل کے لیے سنتِ رسول سمجھ کر ہی اپنائیں، اس سے سنت پر عمل کرنے کا ثواب بھی ملے گا اور انشاء اللہ عز و جل دنیاوی اور طبی فوائد بھی حاصل ہوں گے۔ اب ذیل میں عمامہ شریف کے چند طبی فوائد بھی ملاحظہ فرمائیں:

امیرِ دعوتِ اسلامی حضرت مولانا الیاس عطار قادری رضوی فرماتے ہیں کہ:

"طبی تحقیق کے مطابق دردِ سر کے لیے عمامہ بہت مفید ہے۔ عمامہ شریف سے دماغ کو تقویت ملتی اور حافظہ مضبوط ہوتا ہے۔ عمامہ شریف باندھنے سے دائمی نزلہ نہیں ہوتا، ہوتا بھی ہے تو اس کے اثرات کم ہوتے ہیں۔ ننگے سر رہنے والوں کے بالوں پر سردی، گرمی اور دھوپ وغیرہ براہ راست اثر انداز ہوتی ہے اس سے نہ صرف بال بلکہ دماغ اور چہرہ بھی متاثر ہوتا ہے اور صحت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ عمامہ شریف کا شملہ نچلے دھڑ کے فالج سے بچاتا ہے کیوں کہ شملہ حرام مغز کو موسمی اثرات مثلاً سردی، گرمی وغیرہ سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ شملہ "سرسام" کے مرض کے خطرات میں کمی لاتا ہے "دماغ کے ورم یعنی سوجن کو سرسام کہتے ہیں۔" (۱۶۳ مدنی پھول، ص:۲۵)

سرکار ﷺ نے کس کس رنگ کا عمامہ شریف باندھا؟

اس بارے میں علماے محققین و محدثین کا اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ سیاہ رنگ کا اور بعض نے سفید بتایا ہے۔ اور محقق علی الاطلاق حضرت علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تحقیق یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں "دستار مبارک آں حضرت ﷺ در اکثر سفید بود، گاہے سیاہ احیاناً سبز۔" یعنی نبی کریم ﷺ کا عمامہ شریف اکثر سفید کبھی سیاہ اور کبھی سبز ہوتا تھا۔ (ضیاء القلوب فی لباس المحبوب، ص:۴)

شیخ محقق کی اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ سفید و سبز عمامہ شریف باندھنا بھی سنت ہے۔ پیارے اسلامی بھائیو! آپ کوئی رنگ کا عمامہ شریف سنت سمجھ کر باندھیں سنت ادا ہو جائے گی اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے:

"انما الاعمال بالنیات" (بخاری شریف، ج:۱،)

یعنی اعمال کا دور و مدار نیتوں پر ہے۔

آج اس پیاری سنت عمامہ شریف پر عمل کرنا بہت دشوار ہو گیا ہے۔ آج اس پر عمل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ انگارا ہاتھ میں لینا۔ اگر کوئی اسلامی بھائی اس دور میں اس سنت پر عمل کرنے کے لیے اپنے سر پر سفید و سبز رنگ کا عمامہ شریف سجاتا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی کرنے کے بجائے اس پر طرح طرح کے اعتراضات کیے جاتے ہیں اور سنت کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اور معاذ اللہ آج کل تو کچھ ایسے افراد پیدا ہو گئے ہیں جو اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں اور مسلکِ اعلیٰ حضرت پر عمل کرنے والا بتاتے ہیں مگر یہی لوگ جب کسی سنی مسلمان کے سر پر سفید و سبز عمامہ دیکھتے ہیں تو اسے کبوتر اور طوطا کا نام دے دیتے ہیں، کیا یہ سنتِ رسول کا مذاق نہیں؟ کیا یہ سنت کی توہین نہیں؟ اور بعض دیوث بے غیرت تو ایسے جری اور بے باک ہو کر بولتے ہیں کہ یہ سفید و سبز عمامہ والے صلح کلی ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں ان لوگوں سے جو اپنے آپ کو سنی اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان کہتے ہیں۔ کیا یہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے کہ سنتوں کا مذاق اڑاؤ اور جس مسلمانو کو جو چاہو کہہ دو کہ یہ صلح کلی ہے، یہ گم راہ ہے، یہ فلاں ہے یہ فلاں ہے.......

اے مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نعرہ بلند کرنے والو، اپنے آپ کو سنی کہلوانے والو! ذرا ایک لمحہ کے لیے سوچو کہ کیا کبھی امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی کسی مسلمان کو کافر، گم راہ یا اور کچھ کہا ہے۔ اعلیٰ حضرت تو اس معاملے میں اس قدر محتاط تھے کہ آپ نے اکابرین وہابیہ کو بھی اتنی جلد کافر و گم راہ نہیں کہا، بلکہ آپ نے ان کو کئی مرتبہ مہلت دی۔ مگر جب ان لوگوں نے اپنے عقائدِ کفریہ اور خیالاتِ فاسدہ سے توبہ نہ کی تو پھر آپ نے عشقِ رسول کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔ اب وہ لوگ ذرا سوچیں جو آپسی اختلافات اور فروعی مسائل کی بنیاد پر اپنے سنی مسلمان بھائیوں کو چلتے پھرتے صلح کلی، گم راہ، بد دین اور نہ جانے کیا کیا کہہ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے ایمان کی خیر منائیں۔ سچ کہا ہے کسی نے ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ عمامہ شریف باندھنا سرکارِ دو عالم ﷺ کی سنت ہے۔ جب ہم نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ عمامہ شریف سنتِ رسول ہے۔ تو پھر اس سنت کا مذاق اڑانا کیسا؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو ایک طرف تو غلام رسول اور محب رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف سنتِ رسول کی توہین کر کے اس کا مذاق اڑا کر رسول اللہ ﷺ کو اذیت اور تکلیف پہنچاتے ہیں۔ آئیے ذیل میں سنتِ رسول کا استہزا کرنے، یا اسے ہلکی سمجھنے والوں کا شرعی حکم ملاحظہ کریں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ عمامہ حضور پر نور سیدِ عالم ﷺ کی سنتِ متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سر حد ضروریاتِ دین تک پہنچا ہے۔ ولہٰذا علماے کرام نے عمامہ تو عمامہ ارسالِ عذبہ یعنی شملہ چھوڑنا کہ اس کی فروع اور سنت غیر موکدہ ہے، یہاں تک کہ مرقاۃ میں فرمایا:

قد ثبت سی السیر بروایات الصحیحة ان النبي ﷺ كان يرخی عمامه احانا كتفيه و احيانا يلبس العلامة من غير علامة فعلم ان الاتيان بكل واحد من تلك الأمور سنة. اس کے ساتھ استہزا کو کفر ٹھہرایا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص:۷۶)

حدیث متواتر کے انکار پر تکفیر کی جاتی ہے خواہ متواتر باللفظ ہو یا متواتر بالمعنیٰ اور حدیث ٹھہرا کر جو کوئی استخفاف کرے تو یہ مطلقاً کفر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۶، ص:۳۲)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ سنتِ رسول کو ہلکا سمجھنا یا اس کے ساتھ استہزا یعنی مذاق کرنا کفر ہے، لہٰذا وہ لوگ جو عمامہ شریف جیسی سنتِ مبارکہ یا کسی بھی سنت کا مذاق اڑاتے ہیں وہ توبہ کریں ورنہ ان کا ایمان خطرے میں ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو سرکار دو عالم ﷺ کی مبارک سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق خیر عطا فرمائے اور نفس و شیطان کے فتنہ و فساد سے بچائے۔ آمین۔

بزم تصوف

تصوف کی تعلیمات اور دہشت گردی کا سدّباب

شاہ محمد انور علی سہیل فریدی

اس وقت دنیا میں درجنوں دہشت گرد تنظیمیں ہیں، ان کو اسلحہ اور سرمایہ کہاں سے آرہا ہے؟ انھیں مرنے اور مارنے پر کون سے جذبات مجبور کر رہے ہیں۔ ان جرائم کا تعلق اسلام اور تصوف سے کتنا ہے؟ کیا شرعی طور پر ان خودکش حملوں اور دیگر جرائم کو جہاد کا نام دیا جاسکتا ہے؟؟؟

تصوف قدیم اور ابتداے اسلام سے ہے، جب دنیا وجود میں آئی، تصوف بھی آیا، اپنے ساتھ نیک تعلیم، خدمتِ خلق اور حسن خلق کے اوصاف ساتھ لایا۔ تصوف کے پہلے صوفی وصافی ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام ہیں، آپ کو تصوف کا اعلیٰ خطاب صفی اللہ عطا ہوا اور آدم صفی اللہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ پہلی صوفی خاتون صوفیہ و صافیہ حضرت بی بی حوّا ہیں۔ زمانہ کروٹیں لیتا رہا، تبدیلیاں آتی گئیں، گردش ایام کے ساتھ تبدیلیاں ہوتی رہیں گی۔ اندازِ گفتگو اور طرزِ تحریر بدلتا رہے گا۔ تبدل و تغیر صرف فروعی افکار و خیالات میں ہوں گے، حقیقت اور اصلیت وہی رہے گی جو روزِ اول میں تھی۔ تہذیب و تمدن اور ماحول کے اثر سے اندازِ بیان، تحریر و تقریر میں تبدیلی آنا فطری ہے۔

تصوف، نیکی، احسان، شائستہ تہذیب، اچھی خصلت، نیک عادت، عمدہ تمدن، بڑے اور چھوٹے کا لحاظ، فرائض و سنن کی ادائیگی اور ادب کا نام ہے۔ تصوف کے مرکزی نقطۂ نظر میں حدیثِ احسان ہے۔ تعلیمات تصوف میں خلوصِ نیت کی خاص اہمیت ہے۔ اس کی تعلیم اللہ رب العزت نے پیارے نبی ﷺ کو دی، اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ (سورہ زمر، آیت: ۱۱، پ: ۲۳)

اے نبی! کہہ دیجیے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کروں، خالص اُسی کا ہوکر۔

پیارے نبی ﷺ نے تصوف کی تعلیم اپنے جاں نثار ساتھیوں یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دی، ان کو تعلیمات میں کامل کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے تعلیماتِ تصوف کے لیے مسجد نبوی شریف میں الگ گوشہ کا انتخاب کیا، اس گوشۂ خاص میں صحابۂ کرام جمع ہوتے، ان کی مجلس ہوتی، اس مجلس میں پیارے نبی بنفسِ نفیس تشریف فرما ہوتے اور تصوف کی تعلیم دیتے۔ یہ صحابۂ کرام "اصحابِ صفہ" کے نام سے مشہور ہوئے۔

پیارے نبی ﷺ صحابۂ کرام کو وقت اور ضرورت کے مطابق پیارے سلیس انداز میں ان سے گفتگو فرماتے، تصوف کی تعلیم دیتے، کبھی قرآن پاک کی آیت تلاوت فرماتے، کبھی اپنے ارشادِ مبارک انھیں سناتے، اکثر اس حقیقت سے آگاہ کراتے کہ تم خدا کی بہترین مخلوق ہو اور تمام انسانیت کے فائدے اور بھلائی کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۝ (سورہ آل عمران، آیت: ۱۱۰)

تم سب سے بہترین امت ہو، جو تمام انسانیت کے فائدے کے لیے لائی گئی ہو۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

وعظ و نصیحت کے درمیان پیارے ساتھیوں سے فرماتے، ساری مخلوق اللہ تبارک و تعالیٰ کا کنبہ ہے اور تم اس کنبہ کے افراد ہو "اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَيَالُ اللّٰهِ" میں تم کو بھلائیوں کو حکم دینے والا اور برائیوں سے روکنے والا ہوں۔ ارشادِ ربانی ہے:

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (سورہ آل عمران، آیت: ۱۱۰)

اے نبی تم بھلائیوں کی طرف لوگوں کو بلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔

مومن کی شان یہ ہے کہ اس کے ہاتھ پیر سے دوسرے محفوظ رہیں، اس کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور تمام انسانیت محفوظ

رہے ”وَالْمُؤْمِنُ عَنِ النَّاسِ عَلٰی دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ“

مخلوق کی بھلائی اور انسانی خدمت کی اہمیت اور اس کا اعلیٰ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام انسانوں میں بہترین انسان وہ ہے جو انسانیت کو زیادہ فائدہ پہنچائے، اس کی زندگی کا نصب العین مخلوق کی بھلائی کرنا ہو، اس کے وجود سے جہاں والوں کو فائدہ پہنچے،

”خَیْرُ النَّاسِ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ [الحدیث]“

خدمتِ خلق اور بھلائی کا کام کرنے والے کا اللہ کے نزدیک کتنا بلند مقام ہے اور وہ اللہ کا کس قدر پسندیدہ ہے، اس کے بارے میں پیارے نبی ﷺ کا مبارک ارشاد ہے:

”اَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلَی الْعِیَالِ“

اللہ کی مخلوق میں اللہ کو سب سے زیادہ پیارا اور محبوب وہ انسان ہے جو مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔

ہمارا تصوف اسلامی ہے، اس سے انکار کی گنجائش نہیں، انکار وہی کرے گا جو نامسعود ہوگا، اس کی تعلیمات اسلامی ہیں، یہ وہ تعلیماتِ تصوف ہیں جو پیارے نبی ﷺ اصحاب صفہ کو مسجدِ نبوی کے گوشۂ خاص میں دیا کرتے تھے۔ زمانہ آگے بڑھتا گیا، تغیرات آتے گئے، سب سے بہتر زمانہ پیارے نبی اور آپ ﷺ کے اصحاب کا اس کے بعد ان کا جوان کے بعد ہوئے۔

اصحاب رسول اللہ کے قلوب زمانۂ رسالت کی برکت اور صحبتِ رسول کی بنا پر مجلّٰی و مصفّٰی تھے، ان میں نورانیت بھری ہوئی تھی، نور کا عالم یہ تھا کہ جس نے ایمان کی نگاہ سے جی بھر دیکھ لیا نوری ہوگیا۔ تبع تابعین کے بعد صلحا، زہاد اور عباد و اصفیا کا دور آیا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ فی زمانہ لوگ تعلیم تصوف سے دور ہو رہے ہیں، انھوں نے رشد و ہدایت اور تصوف کی طرف رغبت دلانے کے لیے باقاعدہ خانقاہ کا اہتمام کیا اور خانقاہیں قائم کیں، اس میں تصوف کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا اور خانقاہی نظام کو رائج کیا۔ صوفیانہ نظام میں انھوں نے عقائد کی درستگی، فرائض و سنن کی پابندی کے بعد خدمتِ خلق، آپسی بھائی چارگی اور پیار و محبت کو فوقیت دی تاکہ انسان تشدد سے پاک صاف رہے، انسان انسان سے محبت کرے اور نفرتیں دور ہوں۔ پیارے نبی ﷺ نے سہولت اور آسانی پیدا کرنے اور نفرت دور کرنے کے لیے فرمایا ہے:

”یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا“
(صحیح بخاری و مسلم)

یعنی سہولت اور آسانی پیدا کرو اور دقت و مشقت میں نہ ڈالو اور بشارت و خوش خبری دو اور نفرت و وحشت پیدا نہ کرو۔

مشائخ کرام نے نورِ باطن سے عوام الناس کے قلوب میں نورانیت کی کمی کا مشاہدہ کیا، ان کا جھکاؤ دوسری طرف زیادہ پایا، ضرورت کے مطابق تعلیمات تصوف میں کچھ اذکار کا اضافہ کیا۔ یہ اذکار ان کے تجربہ شدہ تھے، جن کی خلوصِ دل سے پابندی کرنے سے دل کی نورانیت دوبالا ہو جاتی ہے اور انسان کا دل شیطانی وسوسوں اور نفسانی خواہشات سے محفوظ رہتا ہے۔

جدید زمانہ ترقی یافتہ اور ایڈوانس ہے، سائنس کا استعمال آبادکاری سے زیادہ تخریب کاری کے لیے ہو رہا ہے، دنیا والے حیران و پریشان ہیں۔ مادّہ پرستی کا دور دورہ ہے۔ چاروں طرف دہشت گردی اور بے چینی ہے۔ ہر شخص گدا ہو کہ بادشاہ دہشت گردی سے عاجز اور پریشان ہے وہ سکون کی تلاش میں سرگرداں ہے دانش ور اس کے حل کے لیے نئے نئے فارمولے ایجاد کر رہے ہیں، یہ وقتی طور پر اثر دکھاتے ہیں بعد میں فیل ہو جاتے ہیں، روز بروز دہشت گرد اور دہشت گردی میں اضافہ ہو رہا ہے، پہلے کے مقابلہ ان کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے، ان کی مختلف جماعتیں اور گروہ ہیں، الگ الگ نام سے یہ شناخت رکھتے ہیں، کہیں یہ نجدی کہلاتے ہیں، کہیں القاعدہ، کہیں بوکو حرام اور کہیں داعش کے نام سے مشہور ہیں۔

ہمیں اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنا ہے کہ دہشت گردی کہاں پیدا ہوئی، کیوں پیدا ہوئی؟ دہشت گردی کا تعلق کس جماعت سے ہے؟ اور اس کا حل یعنی انسداد دہشت گردی کس طرح احسن طریقہ سے ہو کہ۔

قدرت کا قانون ہے کہ جب انسان فطرت کے خلاف کام کرتا ہے، اس پر عتاب نازل ہوتا ہے، اس لیے کہ فطرت فطرت ہے اور وہ فطری ہے۔ دینِ فطرت اسلام ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ” وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا “(سورہ مائدہ، آیت:۳) اور میں نے تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

جس دین کو سارے جہان کا پالن ہار خدا وند قدوس پسند فرمائے، اس دین میں دہشت گردی کی ذرہ برابر گنجائش نہیں، اس میں سلامتی ہی سلامتی ہے، اس کے ماننے والے اور صحیح پیروکار خود بھی سلامت رہیں گے اور ان سے دوسرے بھی سلامت رہیں گے، اس لیے کہ اسلام کا معنیٰ امن، چین، سکون، راحت اور سلامتی کے ہیں۔ یہی پیغامِ امن مشائخ کبار نے خانقاہوں سے دیا اور اس کو تعلیمات

تصوف کا جز قرار دیا۔ جس جماعت یا گروہ نے صوفیانہ تعلیمات سے انحراف کیا اور تصوف سے کنارہ کشی اختیار کی اس نے امن کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ یعنی تخریب کاری اور دہشت گردی کو اپنایا وہ تخریب کار اور دہشت گرد کہلائے۔ فی زمانہ دہشت گرد اور صوفی لفظ ایک دوسرے کے برعکس یعنی متضاد الفاظ ہیں۔ روزمرہ کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں جو شخص نیک، سیدھا سادہ، امن پسند اور خیر خواہ ہوتا ہے اس کو "صوفی" کہتے ہیں اس کے برعکس جو شر پسند ہے، جس سے لوگ خائف رہتے ہیں، اس شخص کو عام آدمی بھی دہشت گرد سے تشبیہ دیتا ہے، اس چھوٹی سی مثال سے دونوں میں فرق ظاہر ہوتا ہے۔

جب تک اہلِ جہاں تصوف سے وابستہ رہے، ہر طرف چین اور سکون رہا، جب افرادِ زمانہ کی نگاہ میں تصوف کھٹکنے لگا۔ شیطان ان کے دماغ پر مسلط ہو گیا، اس نے دل میں یہ خیالات فاسدہ پیدا کیے جس کے اثر سے تصوف سے نفرت پیدا ہوئی اور اصفیا کی قدر و منزلت کم ہوئی۔ تصوف کی بنیاد عشق رسول پر ہے۔ شیطان کو یہ گوارا نہ ہوا کہ جہاں والے عشقِ نبی سے سرشار ہو کر خدائے وحدہٗ لاشریک کی حمد و ثنا اور عبادت کریں۔ اس نے سب سے پہلے تصوف کی تعلیم دینے والے اہلِ تصوف گھرانے پر حملہ بولا۔ آج سے دو سو سال قبل کی بات ہے، سرزمینِ عرب شریف کے نجد کے علاقہ میں ایک اعلیٰ کردار والا صوفی خاندان تھا۔ اہلِ خاندان راہ سلوک کی تعلیمات سے واقف تھے۔ وہ اس پر عمل پیرا تھے، دوسروں کو تصوف کی تعلیمات دیتے تھے، سارا عرب چین و سکون سے تھا، حجاز مقدس میں شانتی تھی، شریف مکہ مطمئن تھے۔ اس خاندان میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا، جس نے آبا و اجداد کے مسلک کی مخالفت کی، اسلاف کی روش سے ہٹ کر اپنا الگ راستہ اختیار کیا۔ ظاہر ہے کہ ہمارا تصوف اسلامی ہے، جس میں عشقِ نبی بھی ہے اور شانتی بھی۔ جب اسلامی تصوف سے ہٹ کر الگ راستہ اختیار کیا، دہشت گردی سمائی، تخریب کاری کا عنصر سرایت کر گیا۔ حجازِ مقدس مکہ شریف میں قتل وغارت اور لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ بیت اللہ شریف جہاں قتال حرام ہے، اہلِ حرم کو قتل کرنے سے باز نہ آیا۔ اس کے بعد مدینۃ الرسول میں ظلم و ستم ڈھائے اور دہشت گردی پھیلائی۔ صحیح عقیدہ اہل سنت کے مخالف ایک کتاب التوحید لکھی۔ اس میں تصوف اور تعلیمات تصوف کی مخالفت کی، دنیا اسے محمد عبدالوہاب نجدی کے نام سے جانتی ہے، اس کے ماننے والوں کے مختلف نام ہیں۔ ہمارے ہندوستان میں یہ "وہابی" کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کے فتنہ اور شر انگیزی کی پیشین گوئی غیب بتانے والے پیارے نبی ﷺ نے کی۔ یہ حدیث بخاری شریف میں ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا ، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمْنِنَا، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ فِيْ نَجْدِنَا، قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمْنِنَا، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَ فِيْ نَجْدِنَا فَاَظُنُّهٗ ، قَالَ فِي الثَّالِثَةِ ھُنَاكَ الزَّلَازِلَ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلَعُ قَرْنَ الشَّيْطٰنِ."

(استقامت ڈائجسٹ، تحفظ عقائد نمبر، ص:۸، بحوالہ بخاری شریف)

اے اللہ ہمارے لیے ہمارے شام اور یمن میں برکت نازل فرما (دعا کے وقت نجد کے کچھ لوگ حاضرِ خدمت تھے) انھوں نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں یا رسول اللہ۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! ہمارے لیے شام اور یمن میں برکت نازل فرمایا۔ پھر دوبارہ اہلِ نجد نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں یا رسول اللہ! راوی کا بیان ہے کہ تیسری مرتبہ میں حضور نے فرمایا، وہ زلزلوں اور فتنوں کی جگہ ہے اور وہاں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا۔ عام طور پر قرن الشیطان کا ترجمہ شیطان کا سینگ کیا جاتا ہے، مصباح اللغات میں اس کا ایک معنیٰ شیطان کی رائے کا پابند بھی کیا گیا ہے۔

اردو، ہندی اور انگریزی اور دیگر زبانوں کے اخبارات میں نام نہاد اپنے آپ کو "خالص سنت پر چلنے والا" بتانے والے گروہ اور جماعت کے مظالم کی خبریں آرہی ہیں، جن کو پڑھ کر دل دہل جاتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دو سو سال قبل تعلیمات تصوف سے ناواقف اور عشق محمدی سے عاری نجدیوں نے دہشت گردی کی ابتدا کی، اہلِ ایمان و اسلام کا قتل عام کیا اور اللہ کی نشانیاں، شعائر اللہ، جن کا احترام کرنا "مومن کے قلوب کا تقویٰ" بتایا گیا ہے، کو مٹانا شروع کیا۔ اگر کسی کو شک ہو، عرب شریف جا کر ملاحظہ کرے، ماتھے کی آنکھوں کے سامنے حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾

(سورہ الحج، آیت:۳۲)

اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ

(سورہ الحج، آیت:۳۰)

اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے۔

نجدی دہشت گردی کے بعد مختلف دہشت گرد تنظیموں نے جنم لیا۔ القاعدہ، بوکو حرام، داعش وغیرہ۔ القاعدہ نے بہت ظلم وستم ڈھائے، ساری دنیا نے انھیں دہشت گرد قرار دیا، ان کے دفاع کی تدبیریں کیں۔ کئی ملک دہشت گردی کا نشانہ بنے، خاص کر صوفیوں اور عقیدت مندوں کا ملک افغانستان، جہاں نقش بندی سلسلہ سے وابستہ سنی صوفی حضرات اور مشائخ ذوی الاحترام کثیر تعداد میں تھے، چند روز قبل ہفتہ ۱۶/ جنوری ۲۰۱۶ء کو افریقہ میں صوفیوں پر بڑا ظلم ڈھایا، جس سے انسانیت تڑپ اٹھی اور کائنات کانپ گئی۔ افریقہ کا خشکی سے گھرا ہوا مسلم اکثریت ملک "برکنیا فاسو" پر حملہ کیا۔ اس حملہ میں ۲۲/ افراد ہلاک اور ۱۵/ لوگوں کے زخمی ہونے کی خبر روز نامہ انقلاب دہلی مورخہ ۱۷/ جنوری ۲۰۱۶ء نے دی۔ اس ملک میں ساٹھ فی صد مسلمان ہیں۔ یہاں مالکی سنی مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ وہ تصوف سے زیادہ متاثر ہیں اور تجانیہ سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ تعلیمات تصوف پر عمل کرتے ہیں، ان کے شیخ الشیوخ اور مربی سیدی احمد التجانی ہیں۔ اس سے پہلے دہشت گرد تنظیم القاعدہ نے برکنیا فاسو کے شمال میں واقع ملک "مالی" پر نومبر ۲۰۱۵ء میں حملہ کر کے دہشت گردی کا مظاہرہ کیا اور امن کا داعی مذہب اسلام کو بدنام کیا۔ تیسری دہشت گرد تنظیم "بوکو حرام" نائجیریا اور قرب و جوار میں قتل عام کر رہی ہے اور عوام و خواص کو ہراساں اور پریشان کر رہی ہے، حد یہ کہ بچوں کو ظلم کا نشانہ بنا رہی ہے اور ان کا قتل کر رہی ہے۔

ایک اور دہشت گرد تنظیم داعش (دولت اسلامیہ فی العراق والشام) ہے۔ یہ تنظیم سابقہ تنظیموں سے زیادہ خطرناک اور دہشت گرد ہے، فی زمانہ اس کا زیادہ زور ہے۔ اس نے دھوکا دینے کے لیے ایک طرف خود کو سنت پر چلنے والا بتایا، دوسری طرف شعائر اللہ جن کا احترام کرنا "مومن کے قلوب کا تقویٰ" کہا گیا ہے، کو ختم کرنا شروع کیا۔ انبیا علیہم السلام اصحاب رسول اللہ اور اولیاء اللہ کے مزارات اور مقبرے کو گولہ بارود سے شدید نقصان پہنچایا۔ جلیل القدر پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کے مزار اقدس اور مسجد شریف کو بم سے اڑا دیا۔ مشہور اسلامی سپہ سالار حضرت خالد بن ولید اور عاشق رسول حضرت اویس قرنی کے مزارات مقدسہ اور مقبرے کو دھماکہ کر کے نقصان پہنچایا۔ بستی پر حملہ کر کے کثیر تعداد میں افراد کو ہلاک کیا۔ بالائے ستم یہ کہ کچھ کو زندہ در گور کیا۔ یہ تنظیم عراق اور شام کو برباد کرنے پر آمادہ ہے۔ شام وہ ملک ہے جس کی برکت کے لیے اللہ کے رسول نے دعا کی، عراق مردم خیز ملک ہے جہاں کثیر تعداد میں محبان نبی اولیاء اللہ اور ائمہ مجتہدین آرام فرما ہیں، کثیر تعداد میں قدیم صوفی خانقاہیں موجود ہیں جن سے رشد و ہدایت کا دریا جاری ہے، ہر خاص و عام فیض یاب ہو رہا ہے۔، ان کی تعلیمات تصوف سے جہاں روشن ہے۔ خانقاہیں انسانیت کا مرکز ہیں، تعلیمات تصوف پاکیزہ ہیں، اہل خانقاہ اس کی اشاعت مین مصروف ہیں، وہ ہمیشہ بھلائی کی بات کرتے ہیں اور آنے والے کو ذہن نشیں کراتے ہیں کہ پیارے نبی کے ارشادات و فرمودات پر عمل کرو۔ آپ کا مبارک ارشاد ہے "خير الناس من ينفع الناس" بہترین شخص وہ ہے جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ تمھارے لیے ضروری ہے کہ بڑوں کی عزت کرو اور چھوٹوں پر شفقت کرو۔ پیارے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا" (جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی توقیر نہ کرے وہ ہمارے طریقہ پر نہیں۔

جب کوئی ان کے پاس آتا، اس سے کہتے، اے خدا کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ پیارے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا" (بخاری شریف)

حالات کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے، یہ تنظیمیں اس ملک اور مقام پر زیادہ ظلم وستم ڈھاتی ہیں جہاں تصوف کا زیادہ چرچا ہے، لوگ تعلیمات تصوف پر عمل کر رہے ہیں اور بھلائی و ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہیں۔ اسلام اور تصوف کی حقیقت سے ناآشنا، ناواقف حضرات اسلام کی شبیہ بگاڑنے اور بدنام کرنے میں مصروف ہیں۔ دھوکا دینے کے لیے اسلامی جھنڈا ساتھ رکھتے ہیں، عربی لباس زیب تن کر کے عمامہ باندھتے ہیں، جھنڈے پر کلمہ کلمہ طیبہ لکھ دیتے ہیں۔ دہشت گرد بھول جاتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝۲۴ (سورہ ابراہیم، آیت:۲۴)

کیا تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔

پاکیزہ بات سے مراد کلمہ توحید ہے۔ محمد رسول اللہ رحمۃ للعالمین ہیں "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" خانقاہوں میں رسول کے دیوانے رحمتِ عالم کی رحمت بھری تعلیم دیتے ہیں۔ دہشت گرد پاکیزہ کلمہ کا استعمال فریب دینے کے لیے کرتے ہیں، کہیں ان کا تعلق اس جماعت سے تو نہیں ہے جس کی خبر چودہ سو سال قبل مخبر صادق محمد رسول اللہ ﷺ نے دی تھی؟

پیارے نبی ﷺ کے پاس ایک شخص آیا، جس کی گہری آنکھیں، کھڑا ماتھا، کچھڑی داڑھی، ڈھلکی ہوئی گالیں اور مونڈھا ہوا سر! کہنے لگا، اے محمد! اللہ سے ڈرو۔ آپ نے فرمایا: میں ہی نافرمان ہو جاؤں گا تو اللہ کی فرماں برداری کون کرے گا۔ اللہ نے مجھے زمین والوں پر امین بنایا ہے لیکن تم مجھے امین نہیں سمجھتے۔ اسی درمیان ایک صحابی نے اس کے قتل کی اجازت چاہی، پیارے نبی نے انھیں روک دیا۔ جب وہ شخص چلا گیا، فرمایا، اس کی نسل سے ایک جماعت پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے، اگر میں انھیں پاتا قومِ عاد کی طرح ان کے ساتھ قتال کرتا۔

یہودیوں کی ایک تنظیم ہے جس کا کام ہے اسلام کو بدنام کرنا، ان کی بول چال، پہناوا اور اسلامی لباس دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں۔ حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہیں۔ عالیجناب احمد سعید خاں نواب چھتاری جب انگلینڈ سے سیر و سیاحت کر کے ہندوستان واپس آئے، انھوں نے چشم دید واقعہ بیان کیا کہ میں نے لندن میں عجیب منظر دیکھا، جس کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ میرے ایک دیرینہ انگریز دوست نے مجھے ایک اسلامی ادارہ دکھایا، اس میں طلبہ اسلامی تعلیم حاصل کر رہے تھے، ہر جگہ قرآن و حدیث اور فقہ پر گفتگو اور مباحثے ہو رہے تھے، طلبہ اسلامی لباس پہنے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت سلام و مصافحہ کرتے۔ میں خوش ہوا کہ انگلستان میں دینی تعلیم کا اتنا بڑا مرکز قائم ہے اور کثیر تعداد میں مسلم طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ واپس آنے پر عزیز دوست نے حقیقت سے آگاہ کیا اور کہا "سر یہ طلبہ مسلمان نہیں یہودی ہیں، یہ ادارہ یہودی مشن کے تحت چل رہا ہے، اس کا کام فارغین علما کو مسلم ممالک اور مسلم اکثریت والے علاقہ میں بھیجنا ہے، یہودی علما وہاں جا کر مسلمانوں کے عقیدہ کو خراب کرنے کا کام کرتے ہیں جس سے اختلاف پیدا ہو اور مسلمانانِ عالم بدنام ہوں۔"

(استقامت ڈائجسٹ، تحفظ عقائد نمبر)

اس جماعت کے افراد لوگوں کو کاٹتے ہیں، جوڑتے نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم فرقان حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۃ البقرۃ، آیت:۲۷)

اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان میں ہیں۔

خانقاہوں میں ہمیشہ جوڑنے اور ملانے کی تعلیم دی جاتی ہے، وہ بلاوجہ تفریق سے پرہیز کرتے ہیں۔

حاصلِ تحریر یہ ہے کہ اگر تعلیمات تصوف پر عمل کیا جائے، اہلِ تصوف کی صحبت اختیار کی جائے تو دہشت گردی کا خاتمہ ہو جائے گا اور دنیا میں امن ہوگا۔ تصوف امن کی چابی ہے، تعلیمات تصوف پر عمل دہشت گردی کے انسداد کا بہترین حل ہے۔ ضرورت تعلیم کو عام کرنے اور عوام کو خانقاہ اور اہلِ خانقاہ سے جوڑنے کی ہے۔ احقر نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ جو لوگ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے، خانقاہ سے جڑے، تعلیماتِ تصوف پر عمل کیا، ان لوگوں نے امن کی مثال قائم کی ورنہ ان کے سابقہ اعمال ایسے تھے جن سے لوگ خائف رہتے تھے، ان پر علامہ اقبال کا یہ مصرع:

یہ وہ مسلم ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

صادق آتا تھا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

ماہنامہ اشرفیہ حاصل کریں

مولانا ہارون رشید صاحب

عزیزی کتاب گھر، بڑھریا، ضلع سیوان (بہار)

موبائل نمبر:9955020974

جناب قاری اسلام اللہ عزیزی

میونسپل بلڈنگ نمبر ۴، تھرڈ فلور

روم نمبر ۲۲۔ L-6 کراس روڈ نمبر ۲، ولکر باڑی

ماہم، ممبئی-۱۶

اصدق الصادقین، سید المتقین

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

الصدق الصادقین، سید المتقین، افضل البشر بعد الانبیاء، خلیفۃ الرسول، امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا شان بیان کی جائے کہ آپ انبیائے کرام اور رسولانِ عظام کے بعد انسانوں میں سب سے بلند مرتبہ ہیں.

آپ کی ولادت واقعۂ فیل (یعنی جب حبشہ کا بادشاہ ابرہہ، ہاتھیوں کے لشکر لے کر مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا تھا) سے تقریباً دو سال چار ماہ بعد ہوئی [۱] آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو سال چند ماہ چھوٹے تھے [۲] ... زمانۂ جاہلیت میں آپ کا اسم گرامی "عبد الکعبہ" تھا، جسے بعد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کے " عبد اللہ " تجویز فرمایا [۳] ... آپ کے والد ماجد " ابو قحافہ " کا نام "عثمان" تھا، جن کا تعلق بنو تیم قبیلہ سے تھا... آپ کا نسب اس طرح ہے:

" ابو قحافہ عثمان... بن عامر... بن عمر... بن کعب... بن سعد... بن مرہ... بن کعب... بن لوی... بن غالب... بن فہر القرشی التیمی "۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام " اُم الخیر سلمیٰ " تھا، جن کا نسب یوں ہے: "اُم الخیر سلمیٰ بنت صخر... بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم" [۴]

آپ " عتیق "اور" صدیق " کے لقب سے ممتاز ہیں، جب کہ کنیت "ابو بکر" ہے ... آپ کا سب سے مشہور لقب " صدیق " ہے... حافظ ابن عبد البر، اس کی یہ توجیح بیان کرتے ہیں:

"آپ نے ہر معاملہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں پہل کی، اس لیے آپ کا لقب صدیق رکھا گیا"۔ [۵]

چنانچہ دیلمی، حضرت سیدہ اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ نے تمھارا نام صدیق رکھا ہے۔" [۶] امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ یہ لقب اللہ نے خود نازل فرمایا، آپ حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ: "اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کے لیے 'صدیق' کا لقب آسمان سے نازل فرمایا۔" [۷] حضرت امام حسن بصری اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ: "آپ کا یہ لقب شبِ معراج کے اگلے دن کی صبح سے مشہور ہوا"۔ [۸]

اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ شبِ معراج سے اگلے دن مشرکین مکہ، حضرت ابو بکر کے پاس آئے اور کہا، اپنے صاحب کی اب بھی تصدیق کرو گے؟... اب انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ راتوں رات بیت المقدس کی سیر کر آئے ہیں!... اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

" بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، میں تو صبح شام اس سے بھی اہم اور مشکل امور کی تصدیق کرتا ہوں "۔

اور پھر اس واقعہ کے بعد آپ کا لقب "صدیق" مشہور ہو گیا۔ [۹]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق کا قریب سے گزر ہوا، تو جبریل امین نے عرض کیا، یا رسول اللہ وہ ابو قحافہ کے صاحبزادے ہیں؟

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ...ہاں کیا تم آسمان میں رہنے والے انہیں پہچانتے ہو؟ جبریل امین نے عرض کیا: "قسم ہے آپ کو مبعوث فرمانے والے رب کی! ابو بکر کا زمین کی نسبت آسمانوں پر زیادہ شہرہ ہے، وہاں ان کا نام حلیم ہے"۔ [۱۰]

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش اور نشوونما مکہ مکرمہ میں ہوئی ... کبھی کبھی تجارت کے لیے باہر بھی جاتے تھے... آپ نہایت متمول شخصیت کے مالک تھے... قبیلہ قریش میں اخلاق وعادات، فضل وشرف اور احسان کے لحاظ سے اہم مقام کے حامل تھے... قریش کے مشہور قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ نے آپ کے اوصافِ حسنہ کا بایں الفاظ اعتراف کیا ہے کہ:

L-317/5-B-2, North Karachi, Pakistan
mothereilmi@yahoo.com

"اے ابو بکر! بے شک آپ ناداروں کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں مصیبت زدہ افراد کے کام آتے ہیں"۔ (۱۱)

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع ہی سے سلیم الفطرت تھے، شراب نوشی سے عمر بھر محفوظ رہے...ایک بار صحابہ کرام نے پوچھا کہ زمانۂ جاہلیت میں کبھی آپ نے شراب نوشی کی ہے؟

آپ نے فرمایا:... "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"... صحابہ نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: "مجھے اپنی عزت اور مال کی حفاظت مطلوب تھی، شراب نوشی عزت وآبرو کے لیے باعث نقصان ہے"...

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: "صدق ابو بکر، صدق ابو بکر...(ابو بکر سچ کہتے ہیں واقعی انہوں نے کبھی شراب نوشی نہیں کی)"۔ (۱۲)

اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:
"آپ نے زمانۂ جاہلیت میں ہی شراب کو حرام کر رکھا تھا"۔ (۱۳)

اللہ اکبر! ایک ایسے معاشرے میں جہاں شراب کا عام رواج تھا اور کھلے عام بتوں کی پوجا کی جاتی تھی، مگر اللہ کی شان کہ آپ اس دور جاہلیت میں بھی شراب اور بت پرستی سے محفوظ رہے...

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کی شروع ہی سے دوستی تھی... آپ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ندیم خاص اور راز داں تھے۔ بعثت سے پہلے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب سے آواز سنتے کہ کوئی پکارتا: "یا محمد، یا محمد"، اس خصوصی راز سے آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگاہ فرمادیا تھا (۱۴) آپ کے قبول اسلام کے سلسلے میں بہت سے واقعات کتب سیر ومناقب میں مرقوم ہیں لیکن خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض ارشادات کی روشنی میں یہ امر یقینی ہے کہ آپ قدیم الاسلام مسلمان ہیں...

چنانچہ حافظ ابن عساکر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابو بکر صدیق کے سوا میں نے جس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے توقف کیا، ابو بکر نے میری ہر بات کو قبول کیا اور استقامت کا مظاہرہ کیا"۔ (۱۵)

قبول اسلام کی اولین سعادت کسے نصیب ہوئی؟ اس کا حتمی تعین نہایت مشکل ہے کیونکہ اس سلسلہ میں متعدد ومتضاد روایات ملتی ہیں... ہاں اس حوالے سے تین حضرات کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں:

۱...اُم المومنین حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۲...امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳...امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

تاہم قول فیصل وہ ہے جو حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سراج الاُمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آپ نے اولیت ایمان کی تمام روایات میں تطبیق کرتے ہوئے نہایت قرین قیاس اور دل لگتی بات کہی، آپ فرماتے ہیں کہ:

"مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عورتوں میں سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بچوں میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا"۔ (۱۶)

آپ کو یہ منفرد اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ کی چار پشتیں شرف صحابیت سے بہرہ یاب ہوئیں...یہ وہ اعزاز ہے کہ سوائے آپ کے کسی اور کے حصہ میں نہ آسکا...چنانچہ مفسر قرآن صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ: "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین بھی مسلمان اور آپ کے صاجزادے محمد اور عبداللہ اور عبدالرحمن اور آپ کی صاجزادیاں حضرت عائشہ اور حضرت اسما اور آپ کے پوتے محمد بن عبدالرحمن (اور نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر)...یہ سب مومن اور سب شرفِ صحابیت سے مشرف، صحابہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین... آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کو یہ فضیلت حاصل ہو کہ اس کے والدین بھی صحابی ہوں، اولاد بھی صحابی اور پوتے بھی صحابی، چار پشتیں شرفِ صحابیت سے مشرف ہوں"۔ (۱۷)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ: "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کی تالیف قلب کرنے والے اور محبوب شخصیت کے حامل تھے، وہ قریش کے نسب اور ان کے تمام معاملات سے خوب واقف تھے۔ آپ تاجر، خلیق اور نیک سیرت انسان تھے۔ آپ کی قوم کے لوگ آپ سے نہایت درجہ انس رکھتے اور اپنے امور میں آپ کے علم اور تجربے سے مستفید ہوتے، آپ خوش مجلس تھے، جب آپ نے دعوت اسلام کا کام شروع کیا، تو آپ کی ترغیب سے حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر لوگ مشرف باسلام ہوئے"۔ (۱۸)

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں اسلام لانے والے اِن پانچ حضرات کا تعلق اُن دس افراد پر مشتمل مقدس جماعت سے ہے جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے (۱۹)... سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

انہیں ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت فرمائی تھی ... عشرہ مبشرہ میں باقی پانچ دوسرے حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱... حضرت ابوبکر صدیق ۲... حضرت عمر فاروق

۳... حضرت علی ۴... حضرت سعید بن زید

۵... اور حضرت عبیدہ بن حضرت جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۲۰)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ذات کے ساتھ اپنی تمام دولت بھی اشاعت اسلام کے لیے وقف کردی تھی... ساری کی ساری دولت مظلوم اور کمزور غلاموں کی آزادی اور مسلمانوں کی مدد پر خرچ کردی (۲۱)... غرض اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر تادم آخر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں ...خدمت اسلام کے لیے آپ کی ان ہی مساعی جمیلہ کے سبب والی کائنات سرکار دوعالم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:-

''تمام انسانوں میں میری سب سے زیادہ مدد ابوبکر صدیق نے کی ہے''۔ ☆☆☆☆

حواشی وحوالے:

(۱)ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، ۱۳/۷ ۳ (۲) تاریخ الخلفاء، ص:۳۰

(۳)الاستیعاب، جلد:۱، ص:۳۲۹ (۴)الکامل فی التاریخ، جلد:۲، ص:۴۰۲

(۵)الاستیعاب، جلد:۱، ص:۳۳۱ (۶)سبل الھدیٰ، جلد:۱، ص:۲۵۲

(۷)ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، جلد:۱۳، ص:۵۲

(۸)تاریخ الخلفاء، ص:۲۹ (۹)تاریخ الخلفاء، ص:۲۹

(۱۰)الریاض النضرۃ، جلد:۱، ص:۸۲ (۱۱)صحیح بخاری شریف، جلد:۱، ص:۵۵۲

(۱۲)الریاض النضرۃ، جلد:۱، ص:۲۰۱ (۱۳)الریاض النضرۃ، جلد:۱، ص:۲۰۱

(۱۴)الریاض النضرۃ، جلد:۱، ص:۹۲

(۱۵)ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، جلد:۱۳، ص:۴۴

(۱۶)تاریخ الخلفاء، ص:۳۴

(۱۷)مولانا نعیم الدین مرادآبادی، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، زیر آیت:۱۵، سورۂ احقاف (۱۸)الاصابہ فی معرفۃ اصحابہ، جلد:۲، ص:۲۳۴

(۱۹)نور الابصار، ص:۵۳

(۲۰)جامع ترمذی، باب مناقب عبدالرحمن بن عوف، جلد:۲، ص:۲۳۹

(۲۱) الاصابہ فی معرفۃ اصحابہ، جلد:۲، ص:۳۳۴

(۲۲)امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش، مطبوعہ بریلی

☆☆☆

(ص:۱۵ کا بقیہ)... ہاں! کارنامہ سرانجام دینے والا تو ہی ہے-پھر وہ اسے گلے لگا لیتا ہے-[مسلم، الجامع الصحیح، باب تحریض الشیطان وبعثہ سرایاہ لفتنۃ الناس]

احتیاطی تدابیر: مرض کے اسباب سے احتیاط اس مرض کی اصل دوا ہے لہذا اسباب طلاق سے اگر گریز کیا جائے تو وقوع طلاق کی شرح خود بخود کم ہوجائے گی-

کوئی بھی شخص مکمل نہیں ہے-خامیاں ہر ایک کے اندر ہیں-میاں بیوی کو پہلے اپنی اپنی خامیاں تلاش کرنی چاہیے، پھر مل بیٹھ کر اس کا حل ڈھونڈنا چاہیے-موجوہ بیوی میں اگر کوئی خامی ہے تو کوئی ضروری نہیں کہ دوسری عورت خامیوں سے پاک ہوگی-اگر اس کے اندر وہ خامی نہ ہو تو کوئی دوسری کمی ضرور ہوگی-اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے زیادہ کمیاں ہوں-قرآن کریم میں ہے: ''وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا''۔اور ان سے اچھا برتاؤ کرو، پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے-[ترجمۂ کنزالایمان، سورۂ نساء:۱۹/]

اس لیے عورت کو طلاق دینے سے پہلے ایک سو بار غور وفکر کرلینی چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو عفو ودرگزر سے کام لینا چاہیے-

رشتوں کو استوار رکھنے کے لیے رشتہ داروں کو بھی متحرک وفعال رہنے کی ضرورت ہے-سماج میں جب کسی کے گھر کوئی ناگفتہ بہ حالت درپیش ہو ایسے وقت میں ثالثی کا کردار ادا کرنا مفید ثابت ہوتا ہے-بعض افراد سماج میں ضرور ایسے ہوتے ہیں جن کی بات کا وزن ہوتا ہے-وہ جو کہہ دیتے ہیں، سب اس کا احترام کرتے ہیں-لہذا فریقین کے قریبی لوگوں کو چاہیے کہ لڑکا لڑکی کو رشتوں کی لڑی میں پرونے کے بعد ان کی خبر گیری کرتے رہیں-حالات بگڑتے دیکھیں تو اس پر قابو پانے کی کوشش کریں بلکہ بدلے ہوئے حالات کو بدلنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑیں-قرآن کریم میں ہے: ''وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا'' اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو، تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے، یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کردے گا، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔[ترجمۂ کنزالایمان، سورۂ نساء۳۵] ❊❊❊

دوسری قسط

موجودہ دور میں صحافت کی اہمیت

توسیعی خطبہ برائے 'یوم مفتی اعظم ہند' الجامعۃ الاشرفیہ، یوپی، ۲۵/ فروری ۲۰۱۶

ڈاکٹر افضل مصباحی

ہندوستانی ضابطۂ اخلاق میں صاف لفظوں میں یہ کہا گیا ہے کہ:
"صحافی ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہیں کہ ملک کے اتحاد اور سالمیت کو کوئی دھکا نہ پہنچے، عوام میں وطن سے محبت کے احساسات پرورش پاتے رہیں، ثقافتی اور تہذیبی تفاوت کے باوجود ہندوستانیوں میں اتحاد اور اتفاق کے جذبات مستحکم ہوتے رہیں۔ صحافی ایسے خیالات، نظریات اور مصروفیات کی حوصلہ افزائی ہرگز نہ کریں، جن سے قومی یگانگت کی قیمت پر تنگ نظر علاقائی دلچسپیاں بڑھنے کا احتمال ہو"۔

تدریس میں صحافت کی اہمیت: تعلیم وتدریس میں بھی صحافت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جو استاذ اپنی بات آسانی کے ساتھ طلبہ کو سمجھانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں، وہ کامیاب استاذ کہلاتے ہیں۔ یعنی جس استاذ میں ترسیل کی صلاحیت زیادہ ہوگی، وہ زیادہ کامیاب استاذ ہوں گے۔ یہ ہم سب کا آئے دن کا تجربہ ہے۔ صحافت میں کامیاب ترسیل کی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے۔ اسی طرح ٹیچر ٹریننگ میں بھی اس کی خاص ٹریننگ دی جاتی ہے کہ کس طرح ایک استاذ اپنی بات طلبہ کو سمجھانے میں کامیاب ہوں گے۔ اسی طرح سوالنامہ بنانے میں بھی صحافتی صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے۔ عام طور پر مدارس میں پانچ چھ سوالوں پر مشتمل سوالنامہ تیار کیا جاتا ہے، جو بہت ہی قدیم طریقہ ہے۔ یعنی ان سوالوں سے ممتحن طلبہ کی کن صلاحیتوں کو پرکھنا چاہتے ہیں، یہ ان کے ذہنوں میں بالکلیہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ طلبہ کی صلاحیتوں کو پرکھنے کا نام ہے۔ چوائس بیسڈ کریڈٹ سسٹم میں ۸۰ نمبر کے سوالنامہ میں عام طور پر ۲۰ سے زاید سوالات دئے جاتے ہیں۔ چنانچہ سوالنامہ بنانے کی تکنیک اسی وقت آسکتی ہے، جب ممتحن کے اندر لکھنے کی صلاحیت ہوگی۔ یہ اپنے آپ میں مکمل تکنیک ہے، جس کے لیے باضابطہ ورکشاپ کی ضرورت ہے۔

سوالنامہ حل کرنے کی تکنیک: ٹھیک اسی طرح سوالنامہ حل کرنے کے لیے بھی لکھنے کی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے۔ سوالوں کے جواب آسان جملوں میں صحیح انداز میں حل کر کے ہی اچھے نمبرات حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ گویا تعلیم وتدریس میں بھی صحافتی صلاحیتوں کی بے پناہ اہمیت ہے۔ اسی لیے انگلش میڈیم اسکولوں میں پہلی کلاس سے ہی صحافت یعنی کمیونی کیشن (ترسیل) کی تعلیم دی جاتی ہے۔

تبلیغ میں صحافت کی اہمیت: تبلیغی فریضہ انجام دینے کے لیے بھی صحافتی صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے۔ آپ اس وقت تک اچھے مبلغ ہو ہی نہیں سکتے جب تک آپ کے اندر ترسیل کی بہترین صلاحیت نہ ہو۔

گویا تحریر، تقریر، تدریس، تبلیغ ہر میدان میں صحافت کی اہمیت جگ ظاہر ہے۔

اسلامک میڈیا: اسلام نے زندگی کے تمام شعبوں میں دنیا کی رہنمائی کی ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اپنا منفرد نظریہ پیش کیا ہے، جو فطرت کے عین مطابق اور قابل عمل ہے۔ اسلام کے وہ تمام نظریات پوری دنیائے انسانیت کے لیے یکساں مفید اور کارآمد ہیں۔ اسی لیے اسلام کے سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی نظام پر آئے دن بحث ہوتی رہتی ہے، لیکن ابھی تک 'اسلامک جرنلزم' پر کوئی قابل ذکر بحث میری نظر سے نہیں گزری ہے۔ حالانکہ آج کے دور میں اسلامی صحافت کا موضوع انتہائی اہم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح اسلام کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی نظام پر بحث ہوتی رہی ہے، اسی طرح 'اسلامی نظریۂ صحافت' پر بھی کھل کر بحث ہونی چاہیے اور اسلام نے اس سلسلے میں جو رہنما ہدایات دی ہیں، ان کو دنیا کے سامنے پیش کر کے اس کی افادیت کے بارے میں بتایا جانا چاہیے۔ فی الوقت اس کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے، کیونکہ یہ صدی میڈیا کی صدی ہے۔ اگر صحافت یا ابلاغیات کے بارے میں اسلام کا نظریہ عام ہوجائے تو عین ممکن ہے کہ موجودہ صحافت (میڈیا) سے جو برائیاں جنم لے رہی ہیں اور طاقتور ممالک ہر جائز اور ناجائز مقاصد کے لیے میڈیا کا صحیح غلط استعمال کرتے آئے ہیں، اس پر قدغن لگایا جاسکے۔ یعنی اسلام کا نظریۂ صحافت اگر عالمی برادری کی سمجھ

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو وفارسی، ڈاکٹر ہری سنگھ گور یونیورسٹی، ساگر، ایم۔پی، ای۔میل afzalmisbahi@gmail.com

میں آ جائے تو اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ موجودہ میڈیا جس پر صیہونیوں کا قبضہ ہے، اس کے مقابل ایک متبادل نظام (Parallel System) وجود میں آ جائے، جس کو اپنانے کا بہرحال ہر ایک کو حق حاصل رہے گا۔ آج بہت سے ممالک میں لوگ اسلامک بینکنگ کی طرف تیزی کے ساتھ رجوع کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ واضح ہے، صارفین کو اس کا احساس ہو چکا ہے کہ یہاں ان کی پونجی محفوظ ہے اور دھوکہ دھڑی کے امکانات نہیں ہیں۔ اسی طرح اسلامی امور کے ماہرین اگر دنیا کے سامنے 'اسلامک میڈیا' ایک متبادل نظام کی شکل میں پیش کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، تو یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی اور اس اہم شعبے کو راہ راست پر لانے میں ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔

گزشتہ دنوں اس موضوع پر غور وفکر کا سلسلہ میں نے اس وقت شروع کیا جب البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ میں توسیعی خطبہ کے لیے ادارے کے ڈائریکٹر حضرت مولانا سید امان میاں صاحب نے 'اسلامی صحافت، ضرورت اور اہمیت' کا موضوع دیا۔ صحافت کے ایک طالب علم کی حیثیت سے یہ موضوع میرے لیے نیا تھا، لیکن جیسے جیسے اس سلسلے میں مطالعہ اور غور وفکر کرتا گیا، نئی نئی معلومات میں اضافہ ہوتا گیا اور کئی طرح کے سوالات بھی ذہن میں آئے۔ سب سے پہلا سوال ہمارے ذہن میں یہ آیا کہ صحافت جب زندگی کے لیے ناگزیر ہے اور اسے معاشرے میں اہم شعبے کی حیثیت حاصل ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اسلام نے اس سے متعلق واضح تعلیمات نہ دی ہو اور اسے دوسروں کے رحم وکرم پر یونہی بے لگام چھوڑ دیا ہو؟ بالخصوص ان حالات میں جب کہ تمام لوگوں کو یہ خوشخبری سنائی جا رہی ہو:

''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیناً'' (المائدہ۔۳)

ترجمہ: آج میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور میں نے اپنی نعمت کو تم پر تام کر دیا ہے اور اسلام کو تمھارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔

پھر اس کے بعد مطالبہ کیا گیا ہو:

''یاَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ص وَلا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّہ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْن'' (البقرہ۔ ۲۰۸) ترجمہ: اے ایمان والو اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

اسلام میں مکمل طور پر داخل ہونے کی بات کہی گئی ہو اور اتنے اہم شعبے کو یونہی الگ تھلگ چھوڑ دیا گیا ہو، یہ کیسے ممکن ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ قرآن کریم، احادیث کریمہ اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ تبلیغ اور خلفائے راشدین کے اقوال وافعال سے ہمیں جگہ جگہ اس شعبے میں آگے بڑھنے کا درس ملتا ہے، البتہ ہم نے جان بوجھ کر اس شعبے کو دوسروں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا اور اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ اس کا نتیجہ آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اس وقت عالم اسلام اپنے آپ کو مجبور محض سمجھنے پر مجبور ہے۔ یہ صورت حال ہمارے سامنے نہیں آتی اور ساتھ ہی دنیا کی دوسری قوموں کے سامنے بھی ایک متبادل نظام موجود ہوتا، اگر ہم نے اس شعبے کو اپنایا ہوتا اور اس میدان میں اہم کارنامے انجام دئے ہوتے۔

میرے مطالعے کے مطابق اسلامی نظریۂ صحافت یہ ہے کہ ''تازہ ترین خبروں کی فراہمی، واقعات واطلاعات کی ترسیل، تشریح اور تعبیر اس طرح کی جائے جس سے خیر وصداقت کو فروغ ملے اور شر وباطل کا خاتمہ ہو سکے۔ قرآن کریم اور احادیث کریمہ کی روشنی میں صحافت اور دوسرے وسائل ابلاغ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ رضائے الٰہی کے حصول، آخرت کی نجات اور کامیابی کے لیے انسانوں کو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، شہادت کو نہ چھپائیں، حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کریں، ظالم اور بدعنوان حکمرانوں کے سامنے حق وانصاف کی بات کہیں اور کسی قیمت پر بھی ان کی برائیوں کی تائید اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کریں، حتیٰ کہ اس اصلاحی جدوجہد میں اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر کوشش میں مصروف رہیں''۔ قرآن کریم میں ہے:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ط (آل عمران)

ترجمہ: ''تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔ (آل عمران۔۱۱۰)

آل عمران ہی کی آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے:

''وَلْتَکُنْ منکم اُمَّۃٌ یَّدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ط واولئک ھم المفلحون''۔ (آل عمران۔۱۰۴)

ترجمہ: ''اور تم میں ایک گروہ ایسا ضرور ہونا چاہیے جو نیکی کی

طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے"۔

سورۃ 'بقرہ' میں ہے: '' ولا تکتموا الشھادۃَ ط ومَنْ یَّکتُمْھَا فَاِنَّہٗ اٰثم قَلْبُہٗ ط واللہ بما تعملون علیم" ('البقرہ' ۲۸۳)

ترجمہ: " اور گواہی ہرگز نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمھارے کاموں کو جانتا ہے"۔

سورہ 'نساء' میں ہے: "من یشفع شفاعۃً حسنۃً یکن لہ نصیب منھا ومن یشفع شفاعۃً سیئۃً یکن لہ کفلُ مِّنھا"ط ('النساء' ۸۵)

ترجمہ: "جو بھلائی کی سفارش کرے گا، وہ اس میں سے حصہ پائے گا اور جو برائی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا"۔

سورۃ 'العصر' میں ہے: " وتواصوا بالحق ہ وتواصوا بالصبر" (العصر۔۳)

ترجمہ: " اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہو"۔

حضور ﷺ کا فرمان عالی شان ہے: "افضل الجھاد کلمة عدل (او حق) عند سلطان جائر" (ابو داؤد، باب 17)

"سب سے افضل جہاد ظالم حکمراں کے سامنے انصاف (یا حق) کی بات کرنا ہے"۔

مسلم معاشرے کے لیے بالخصوص اسلامی صحافت کی اس لیے بھی ضرورت ہے تاکہ معاشرے میں رائے عامہ کی تشکیل، اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے لوگوں کی ذہن سازی اور سماج میں پیدا ہونے والی برائیوں سے لوگوں کو دور رکھنے میں مدد مل سکے، ساتھ ہی اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں سے اسلامی معاشرے کو آگاہ کرنے میں بھی آسانی ہو۔ اس طرح مسلمان عالم اسلام اور اکناف عالم میں ہونے والی تبدیلیوں سے باخبر رہیں گے اور قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق اپنے اولو الامر کو مفید مشورے دے سکیں گے۔ ظاہر ہے جس شخص کو مسائل کی نزاکت کا علم نہ ہو، صورت حال کی پوری طرح جانکاری نہ ہو، جو پیش آمدہ احوال کے سیاق وسباق کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتا ہو، وہ اس کے بارے میں کوئی رائے کیسے قائم کرسکتا ہے اور کس طرح مفید مشورے دے سکتا ہے؟ جب کہ اسلام میں مشورہ دینے کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ '' وشاوِرھم فی الاَمْرِ '' (آل عمران، ۱۵۹) ترجمہ: "دین کے کام میں مسلمانوں کو بھی شامل مشورہ رکھو"۔

اسلامی نقطۂ نظر سے جس طرح کسی کو غلط مشورہ دینا شریعت کے خلاف ہے، اسی طرح خلاف حقیقت اطلاعات اور مسموم نظریات جن سے فساد کا اندیشہ ہو، انہیں پھیلانا بھی ناجائز ہے۔ حقائق سے باخبر کرنا یقینی طور پر اچھا کام ہے، لیکن جن اطلاعات سے گمرہی پھیلنے کا اندیشہ ہو، یہ فعل کیونکر اچھا ہو سکتا ہے؟ اس وقت یہی ہو رہا ہے۔ موجودہ صحافت سے غلط فہمی پھیلانے کا کام زیادہ لیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے صحافت مذکورہ دونوں کام کرسکتی ہے، لیکن اسلامی صحافت وہی ہے جو حقیقی صورت حال سے لوگوں کو آگاہ کرے، لوگوں کے ذہنوں میں اجالا کرے، روشنی سے محروم لوگوں کو روشنی مہیا کرائے، بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لائے اور معاشرے میں پھیلی برائیوں کو ختم کرنے میں مدد کرے۔ عصر حاضر میں یہ ہر شخص کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم خود اسی کی تعلیم دیتا ہے:

"اَللہ ولیّ الَّذین اٰمَنوا یُخرِجُھم مِن الظُلُمٰتِ اِلَی النّورِط وَالّذِیْنَ کَفَرُوْا اَوْلِیٰئُھُمُ الطّاغُوْت یُخرِجونھم من النور الی الظلمٰت ط اصحٰب النار ج ھم فیھا خلدون '' (البقرۃ۔۲۵۷)

ترجمہ: " جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا حامی ومددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے حامی ومددگار طاغوت ہیں اور وہ انہیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف لے جانے والے ہیں۔ یہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے"۔

ظلمت وتاریکی سے نکالنے اور راہ راست پر لانے کی ذمہ داری خود اللہ کے رسول ﷺ کو سپرد کی گئی۔ آیت کریمہ: " الٓرقف کتٰبٌ اَنزلنٰہ اِلیکَ لتُخرِجَ النّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلی النّور ط بِاِذْنِ رَبّھِم اِلٰی صِراطِ العزیزِ الحمید" (ابرھیم۔۱) ترجمہ: " اے محمد! یہ کتاب ہم نے تمھاری طرف نازل کی ہے، تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ، ان کے رب کی توفیق سے، اس خدا کے راستے پر، جو عزت والا سب خوبیوں والا ہے"۔ (ابرہیم۔۱)

اللہ اور رسول کے علاوہ قرآن کریم بھی اندھیرے سے نکال کر اجالے میں لانے والی کتاب ہے۔ سورہ المائدۃ میں ہے:

"قَدْ جَاءَکُم مِنَ اللہِ نُوْرٌ وَکِتابٌ مُّبین. یَھْدِی بِہِ اللہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلامِ وَیُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّورِ بِاِذْنِہٖ

وَيَهۡدِيۡهِمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ " (المائدہ۱۵-۱۶) ترجمہ: "بیشک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (روشنی) آیا اور ایک روشن کتاب۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے ساتھ اور انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے"۔ (۱۵-۱۶)

اہم : اس کا مطلب پوری طرح واضح ہے کہ مومن صحافی وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی روشنی میں حالات و واقعات کی سچی خبریں مہیا کرائے اور اس طرح انہیں تاریکی سے نکال کر روشنی میں لانے کا فریضہ انجام دے۔ بعض مفسرین نے 'نور' سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات کو لیا ہے۔ 'نبی' کا معنی 'غیب کی خبر دینے والا' ہے۔ اللہ رب العزت نے ہمیں نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ اندھیرے سے نکال کر ایک ایسی 'روشنی' کی طرف پہنچا دیا جہاں ایمان بالغیب، وجود الٰہی، اللہ کی وحدانیت، اس کی جملہ صفات، آخرت میں اس کے حضور پیشی، جزا و سزا کے طور پر جنت اور جہنم کی زندگی سے متعلق 'خبر' ہمیں پہنچائی اور اپنے رسول ہونے کی سچی خبر ہمیں دی اور ہم ان کی بتائی ہوئی باتوں پر ایمان لائے اور ان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلے۔ صحیح خبر پہنچانے کی وجہ سے ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخبر صادق بھی کہا جاتا ہے۔ یہیں سے ذہن ملتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سچی صحافت کی ذمہ داری ادا کی ہے۔ گویا سچی خبر پہنچانا نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ ہم 'سچی خبر' سے بے خبر ہو کر اندھیرے میں تھے، پھر نبی اکرم ﷺ نے سچی خبر کے ذریعہ روشنی پھیلائی اور ہمیں اندھیرے سے نکال کر اجالے میں لا کھڑا کیا۔ اسے دوسرے لفظوں میں یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ سچی خبر روشنی کے مترادف ہے اور جھوٹی خبر اندھیرا اور تاریکی کے ہم مثل ہے۔ لہٰذا جو لوگ جھوٹی خبر دیتے ہیں وہ تاریکی پھیلانے کا کام کرتے ہیں اور جو حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں وہ اندھیرا دور کرنے کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ روشنی انسداد جرائم کا سب سے مؤثر ہتھیار بھی ہے۔ تاریکی اور اندھیرا ہر مجرم کی بنیادی ضرورت ہے۔ جرائم میں ملوث ہر فرد خواہ وہ رشوت خور ہو، چور ہو، خائن ہو، زانی اور شرابی ہو، ملاوٹ کرنے والا ہو یا اسمگلر، کم تولنے والا ہو یا وطن دشمن اور بیرونی ایجنٹ ہو یا دہشت گرد، کسی قوم کے خلاف سازش کرنے والا ہو یا کوئی اور، ان سب کی مشترکہ ضرورت اخفاء اور اندھیرا ہے، سچی خبر اور روشنی ان کی موت ہے۔ یہ اتنی اہم ذمہ داری اور جوکھم بھرا کام ہے جس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں، جو اس راہ کے مسافر ہیں اور جنہوں نے ان مصائم کو برداشت کیا ہے۔ سچی خبر ہم تک پہنچانے کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے کن کن پریشانیوں کو برداشت کیا، وہ تاریخ کا حصہ ہے۔ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ سچی خبر پہنچانے میں دشواریوں کا بہر حال سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ خود حالات سے باخبر رہتے تھے۔ خلفائے راشدین کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کام کے لیے راتوں کو گشت فرماتے تھے، تاکہ وہ حالات سے باخبر رہیں۔ مومن صحافی، اسلامی تعلیمات اور سیرت اکرم ﷺ کو اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا نمونہ بناتے ہیں اور نیکی کو نیکی، بدی کو بدی کہنے کی ذمہ داری تمام تر قوتوں کو بروئے کار لا کر ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح کی ذمہ داریوں کو مکمل آزادی کے ساتھ ادا کرنے کی اجازت اسلامی صحافت کے ذریعہ ہی ممکن ہے، جس کی بنیاد قرآن اور حدیث کی تعلیمات پر رکھی گئی ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صحافت کا وجود کہاں ہے؟ ایسے صحافیوں کی تعداد کتنی ہے اور ان کے لیے راہیں کس قدر آسان ہیں؟ اور اگر راہیں آسان نہیں ہیں تو آخر کیوں؟

تاریخ شاہد ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر، خلیفہ دوم حضرت عمر، خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی اور خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیعت کے بعد خلیفہ بنے تھے اور ان کا حساب بھی پاک وصاف تھا، وہ دیانت دار بھی تھے، ان کے نزدیک یہ عہدہ ان کی عظمت وشان کے لیے نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت کا ذریعہ تھا۔ اس لیے انہوں نے نہ اظہار رائے پر پابندی لگائی، نہ ہی کسی کو محاسبے سے روکا اور نہ ہی تعمیری تنقید کی راہیں مسدود کیں۔ ایک معمولی بوڑھی خاتون بھی حضرت عمر سے آکر محاسبہ کرنے لگتی ہیں لیکن خلفائے راشدین کے بعد منصب خلافت پر قابض ہونے کا سلسلہ شروع ہوا۔ پہلے اس منصب پر قابض ہو جاتے، بعدہ عوام کی بیعت اور رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برسر اقتدار آنے والا شخص محاسبہ سے ڈرنے لگا۔ یزید کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ایسے حکمرانوں نے عوام کی زبانوں پر تالے لگائے، حق بات بولنے والوں کے سر قلم کیے، یہاں تک کہ آل رسول کی گردن تک ایسے ظالم حکمرانوں کی تلواریں پہنچ گئیں، تاریخ اسلام کے اوراق اس طرح کے ظالمانہ واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ **(جاری)**

فکر و نظر

تفریحی مواقع اور ہماری اخلاقی قدریں

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں ۔ہم ارباب قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں ۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں ۔از: مبارک حسین مصباحی

جون ۲۰۱۶ء کا عنوان	دینی مدارس: مشکلات و امکانات
جولائی ۲۰۱۶ء کا عنوان	اردو اخبارات میں اسلامی موضوعات کی بے حرمتی

اخلاقی قدروں کی تباہی: اسباب و علاج

از: توفیق احسن برکاتی، ممبئی۔taufiqahsan92@gmail.com

”اخلاقیات “سے مراد انسان کے ظاہر و باطن کی ہم آہنگی اور اس کی عادات واطوار کی وہ شفافیت ہے جو اسے انسانیت کے بلند مقام پر فائز کرتی ہے ۔ مکارمِ اخلاق کی تکمیل و تشکیل اور کردار و عمل کی تطہیر و تنظیف اخلاقیات کے زمرے میں آتی ہے۔ دنیا کا ہر مسلمان ہی نہیں، ہر انسان کو ان کا پابند رہنا لازمی ہے، چاہے وہ جس میدان میں قدم جمائے ہوئے ہو، یا جس راہ کا راہی ہو۔ پیغمبر اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ زندگی میں یہ حقیقتیں پوری توانائی کے ساتھ جلوہ گر ہیں اور یہی معارف ہمیں سنن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نظر آتے ہیں ،بلکہ یہ چیز تو بعثت کے مقاصد میں شمار کی جاتی ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا: بعثت لاتمم مکارم الاخلاق، میں اس لیے بھیجا گیا تاکہ مکارم اخلاق کو اس کے کمال تک پہنچاؤں ۔ قرآن مجید نے بھی آقا علیہ السلام کی یہ صفت بیان کی ہے کہ یہ رسول تمھارے ظاہر و باطن کا تزکیہ کرتا ہے ، دلوں کا زنگ دور کرتا ہے ، تمھیں انسانیت کی اعلیٰ قدروں سے آشنا کراتا ہے، یہ نبی مزکی ہے، مربی ہے، معلم ہے ،رحم و کرم کا مجسمہ ہے ، محبت ورافت کا علم بردار ہے، حسن کردار و عمل کا نمونہ ہے، یہ اخلاق عظیم کا بلند مرتبہ رکھتا ہے۔یہی حکم شریعت ہے، یہی طرز طریقت ہے۔ صحابہ کی جماعت کو متحدہ قوت اخلاقیات کی انھیں تعلیمات نے بخشی تھی، یہی امت محمدیہ کا شعار اور زندہ قوم کی علامت ہے۔

اخلاقی قدروں کا پاس ولحاظ نہ رکھا جائے تو زندگی اجیرن بن جائے ، ماحول مکدر ہو جائے ، طبیعت میں ہر لمحہ اضمحلال کی کیفیت رہے اور ہر آن بے چینی ہمارے دامن سے چمٹی رہے۔ یہ قدریں دلوں کو جوڑتی ہیں، لوگوں کو آپ سے قریب کرتی ہیں، انسانی سرشت کو اطمینان بخشتی ہیں۔ تاریخ اسلامی کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جب تک ہم ان قدروں کی محافظت کرتے رہے، ہمارے کردار و عمل میں روحانیت موجود رہی، دنیا ہم سے بہت قریب رہی، وہ ہماری سنتی تھی اور ہم اس کے غم کا مداوا کرتے تھے، صوفیا کی حیات میں یہ صداقتیں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ مگر مادیت کے سیلاب نے انسانوں کو خود غرض بنا دیا ہے، ٹیکنالوجی کے طوفان نے ان قدروں کے شیش محل کو چکنا چور کر دیا ہے اب نہ کرداروں میں حسن دکھائی دیتا ہے اور نہ اخلاقی رنگ ۔بس وہ انسان ہیں اور دنیا کی تیز دوڑ میں انھیں صرف بھاگنا ہے اور بھاگنا ہے، انھیں اس سے مطلب نہیں کہ ہماری ٹھوکر سے کوئی زخمی تو نہیں ہو رہا ہے، کسی کی راہ مسدود ہو رہی ہے، کسی کی زندگی کی ڈور ٹوٹ رہی ہے۔ اس جرم میں عام کے ساتھ ساتھ بہت سے ایسے خاص افراد بھی ملوث

ہیں جنھیں یا تو وہ مصلحت کا نام دیتے ہیں یا اسے اپنی چالاکی سمجھتے ہیں، حالاں کہ یہ سراسر غلط فہمی ہے اور کچھ نہیں۔

ہم ذیل میں چند معاملات کی نشان دہی کر رہے ہیں جہاں یہ اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں، لیکن ہم ان پر بالکل بھی توجہ نہیں دیتے یا جان کر انجان بن جاتے ہیں۔ اور یہ غلط روش نہ صرف ہمارا نقصان کروا رہی ہے بلکہ اس سے ہمارا دین بھی بدنام ہو رہا ہے۔

اخلاقی قدروں کے زوال میں موجودہ تفریحی ذرائع اور عیش و نشاط کے مقامات بھی افسوس ناک کردار ادا کر رہے ہیں ہیں۔ پارک، ڈراما، سنیما اور سوشل میڈیا میں خاص طور سے فیس بک اس معاملے میں دو قدم آگے ہے۔

حقوق کی پامالی: ہر فرد جہاں حقوق اللہ کی ادائیگی کا پابند ہے، حقوق العباد کا تحفظ بھی اس پر لازمی ہے۔ اس میں رشتوں کا لحاظ، درجوں کا پاس، عہدوں کا خیال، اور ذمے داریوں کا احساس بھی شامل ہے، کیوں کہ اس کے بغیر نہ صلہ رحمی کا ماحول بن سکتا ہے اور نہ ہی اچھا معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے۔ مگر ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم ان تمام امور میں بے حد آزاد خیال اور سست رو واقع ہو رہے ہیں، رشتوں کی شکست و ریخت، عہدوں کا بیجا استعمال، ذمے داریوں سے فرار، بڑوں کے اکرام سے روگردانی ہمارے مسلم معاشرے کی کریہہ شکلیں ہیں، جہاں قدم قدم پر حق تلفی کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ مختلف امور میں ہماری ناانصافیاں بھی حقوق کی پامالی کا سبب بن رہی ہیں اور ہم مختار بن کر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ رشتوں کی ڈور اتنی کمزور ہو چکی ہے کہ اس کے ٹوٹنے میں تھوڑا بھی وقت نہیں لگتا، پل بھر میں کون کیا بک جائے؟ کس کا شیشہ دل چکنا چور ہو جائے؟ کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ دل زخمی ہو رہا ہے ہونے دو، دوریاں بڑھ رہی ہیں بڑھنے دو۔ ایسے ہی مواقع ہر ہمارا دشمن اپنا کام بنا لیتا ہے اور ہم کف افسوس ملتے رہ جاتے ہیں، یا مردہ ضمیری کے خول میں اتنے اندر تک بند رہتے ہیں کہ بسا اوقات اس کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

خیانت: یہ ایک ایسا مرض ہے جو انسان کو غلاظت کا رسیا اور نفرت کا مجسمہ بنا دیتا ہے، اس بیماری کی سرانڈ سے اعتماد کی فضا بدبو دار اور یقین کا آئینہ کرچیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے، اس کے بجائے امانت افراد کو ایک دوسرے کے قریب لاتی ہے، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شرکت کا سبب بنتی ہے۔ حالاں کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ امین ہونا محبوب ہونے کی دلیل ہے، جہاں نفرت کی دیواریں نہیں ہوتیں، اعتماد کی فضا خوش گوار ہوتی ہے اور یقین کا سورج نصف النہار پر ہوتا ہے۔ خیانتوں کے جرائم اس قدر ہیبت ناک اور ظالمانہ ہیں کہ ان کی نحوست اور بربریت کا اندازہ نہیں لگایا سکتا۔ یہ مشاہدہ ہے کہ قرضوں میں ڈوبی ہوئی زندگیاں سسک سسک کر جی رہی ہیں۔ یہ خیانت ہی تو ہے کہ کسی نے آپ پر بھروسہ کرتے ہوئے آپ کی امداد اکی کہ بعد میں آپ اسے وہ سرمایہ ادا کر دیں گے، مگر آپ کی مجبوری، کاہلی یا غبن کی نیت نے آپ کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔ ایسا کر کے آپ نے اس کا اعتماد بھی توڑا اور اس کے ساتھ دغا بھی کی، یہ سب اخلاقی قدروں کا زوال ہی تو ہے۔

غلط فہمی: اس بیماری کا تو کہنا ہی کیا؟، اس میں خاص وعام سب گرفتار ہیں، جسے دیکھو کسی سے بدظن ہے، کسی نے آپ کو یہ بتا دیا ہے کہ فلاں آپ کے بارے میں یہ کہتا یا سوچتا ہے۔ اب ہونا تو یہ چاہیے کہ آپ بذات خود یہ معاملہ اسی شخص سے حل کریں، اس سے ملاقات کر کے اس چیز کی تحقیق کرلیں تاکہ اسے بھی اور آپ کو بھی معاملے کہ تہ تک پہنچنا آسان ہو جائے اور غلط فہمیاں دور ہوں۔ مگر ایسا کم ہوتا ہے، ہم اس مرض کے جراثیم کو اتنی غذا فراہم کرتے ہیں کہ یہ ناسور بن جاتا ہے اور اس کے بعد مر مر کے جینا اور جی جی کے مرنا اس کی عادت بن جاتی ہے۔

حسد: ہر انسان ہر کام نہیں کر سکتا۔ یہ بالکل سچی اور تسلیم شدہ بات ہے، اس کا کوئی انکاری نہیں ہے، اسی لیے خدمت دین کے لیے تقسیم کار کے اصول کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ دنیا میں زندگی جینے کے مختلف میدان ہیں اور تبلیغ دین کے بھی۔ انسانی صلاحیتیں بھی الگ الگ ہوتی ہیں اور دماغی توانائیوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ مگر ہم جب کسی کو اونچائی پر پہنچتے یا کامیابی حاصل کرتے دیکھتے ہیں تو اس کی حوصلہ افزائی کرنے یا اس کی محنتوں سے سبق حاصل کرنے کی بجائے حسد کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایک شہر یا ایک قصبے یا ایک گاؤں میں رہنے والے یا ایک ہی میدان میں کام کرنے والے اکثر اس مرض میں مبتلا دیکھے گئے ہیں، معاصرانہ چشمک بھی حسد کی کارستانی ہوتی ہے۔ ”ایک جنگل میں دو شیر نہیں رہ سکتے“ جیسا مزاج

بھی حسد ہی پیدا کرتا ہے۔ ہمیں کسی کی کامیابی دیکھ کر چڑھ سی ہوجاتی ہے، وہ یہ کام کیوں کر گیا؟ وہ اتنا کیسے بڑھ گیا؟ اس نے اتنی کامیابیاں کیسے حاصل کرلے گیا؟ یہ بات یہیں تک محدود رہتی تو ٹھیک تھا، معاملہ اس وقت اور گمبھیر ہوجاتا ہے جب ہم اس کے درپے آزار ہوجاتے ہیں، اس کی جاسوسی کرواتے ہیں، اس کی غلطیاں نکالتے ہیں، اسے بدنام کرنے کا بہانہ تلاش کرتے ہیں۔ حالاں کہ اس کا آسان سا علاج تھا کہ ہم اس سے بڑی کامیابی پانے کی کوشش کرتے، اس کی کھینچی ہوئی لکیر کو کاٹنے، مٹانے کی بجائے اس سے بڑی اپنی الگ لکیر کھینچ دیتے ہم خود اس سے ممتاز ہوجاتے، مگر ایسا بہت کم ہی ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ہم اخلاقیات کی ساری حدیں ہی پار کرجاتے ہیں۔

غیبت اور چغلی: یہ بھی ہمارے سماج کا رستا ہوا ناسور ہے۔ اس مرض کا شکار ہمیشہ دھوکے میں رہتا ہے یا خود کو بہت چالاک مانتا ہے۔ وہ یہ کام بسا اوقات 'حکمت' اور 'مصلحت' کا نام دے کر کرتا ہے اور اسے اپنا حق قرار دیتا ہے۔ جب کہ یہ دونوں برائیاں اس قدر گھناؤنی اور گندی ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے غیبت کرنے والے کو اپنے مردہ بھائی کو گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے اور جاسوسی اور غیبت سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا: الغیبۃ اشد من الزنا، غیبت زنا سے شدید تر ہے۔ یعنی اس کی ہولناکی زنا سے بڑھی ہوئی ہے۔ مگر ہم نے اچھے اچھوں کو اس کار بد میں ملوث دیکھا ہے اور ان کی تاویلیں بھی سنی ہیں۔ بلکہ افسوس تو اس وقت ہوتا ہے جب یہی لوگ دنیا کو اخلاقیات کو سبق پڑھاتے نظر آتے ہیں، مگر ان کی زندگی ان قدروں سے خالی ہوتی ہے اور خود مصلح بنے پھرتے ہیں۔

الزام تراشی: حق بیانی کے نام پر الزام تراشی کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہمارے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہے۔ ایسے لوگ خبطی ہوتے ہیں، انھیں اپنی جانکاری پر گھمنڈ جیسا کچھ ہوتا ہے اور دوسرا ان کی نگاہوں کو کمتر، بونا اور مجرم دکھائی دیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ساری سچائیاں انھیں کی ذات کے اردگرد منڈلاتی رہتی ہیں اور دوسروں کی پہنچ سے کوسوں دور رہتی ہیں۔ اس برے کام میں ان کی کذب بیانی، اتہام بازی اور غلط فہمی کا زیادہ دخل ہوتا ہے۔ سمجھانے پر وہ آپ ہی کو غلط نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں اور پھر آپ پر حملے شروع ہوجاتے ہیں، نہ وہ آپ کی کسی دلیل کو خاطر میں لاتے ہیں نہ کسی بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اپنے گمان فاسد میں حق بیانی کرتے ہیں حالاں کہ وہ سراسر افترا اور اتہام ہوتا ہے۔ کیا قرآن و احادیث میں اس جرم کی وعیدات انھیں نظر نہیں آتیں؟

چاپلوسی: یہ حیلہ اپنانے والوں کی سوچ حصول زر اور چاہت جاہ ہوتی ہے اور دوسروں کی اذیت پہنچانے کی نیت سے بھی وہ یہ گھناؤنا کام کرتے ہیں، ان کی زندگی میں وقت کی فراوانی ہوتی ہے، کام بالکل بھی نہیں ہوتا، اب وہ کیا کریں؟ ان کی زندگی کی گاڑی کیسے چلے؟ سو وہ اہل ثروت، سیاست دانوں اور چال بازوں کے آگے پیچھے لگے رہتے ہیں، ان کی ہاں میں ہاں ملانا ان کا شیوہ ہوا کرتا ہے۔ ان کے ہر غلط اور صحیح اقدام کی تعریف و ثنا خوانی ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ وہ کئی کئی گھنٹے ان کے انتظار میں گزار دیتے ہیں، ممبئی شہر میں کچھ مولوی نما چہرے بھی اس میں ملوث دیکھے جاتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی مسئلہ شرعی مسئلہ ہوتا ہی نہیں، وہ اپنے ہر مسئلے کا سیاسی حل ہی ڈھونڈتے ہیں، یہ اپنی طبیعت کے پرچارک ہوتے ہیں اور یہی ان کی زندگی ہوتی ہے۔ ہاں دوسروں کے روبرو اپنی پہچان یا پہنچ کا دھونس جمانا نہیں بھولتے، بلکہ اسے اپنی شان سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا سماج میں کوئی وقار نہیں ہوتا، ہر کوئی ان سے بچنا چاہتا ہے۔ ان کے پاس اخلاقیات نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، بس تملق اور تملق، چاپلوسی اور چاپلوسی۔

فحش گوئی: دشنام طرازی اور گالیوں بھرا منہ کس قدر گندا اور بدبودار ہوتا ہے کہ اخلاقیات کو ان کے قریب جانے سے بھی گھن محسوس ہوتی ہے، یہ لوگ یا تو جاہل محض ہوتے ہیں یا رعب جمانے کی غرض سے اپنی زبان ہمیشہ گندی کیے رہتے ہیں۔ بسا اوقات مذاق مذاق میں دوستوں کے درمیان ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں اور ذرہ برابر شرمسار نہیں ہوتے، یہ فحش گوئی ان کا تکیہ کلام بھی بن جاتی ہے اور پھر کوئی بات اس کے بغیر زبان سے نہیں نکلتی۔ کیا یہ عمل اخلاق باختگی کے زمرے میں نہیں آتا؟

کینہ پروری: یہ دل کی ایسی بیماری ہے جو بیمار کو ہر آن بے چین کیے رہتی ہے، اسے کسی پل چین نہیں آتا، یہ مرض حسد سے ملتا جلتا ہے اور ہمیشہ دل جلائے رکھتا ہے۔ ہر آن کڑھنا، جلنا اس کا مقدر بن جاتا ہے، اپنی ذات پر خطرہ بھی محسوس کرتا ہے، مگر اس فعل بد سے باز نہیں آتا، اور انتہائی بداخلاق ہوتا ہے۔

انتقام: "هل جزاء الاحسان الا الاحسان" (کیا احسان کا بدلہ احسان نہیں؟) میں تو ہم کافی پیچھے ہیں، لیکن انتقام کے معاملے میں بہت جلد باز واقع ہوئے ہیں، ہم فوری طور پر ناانصافی یا ظلم کا بدلہ لینا چاہتے ہیں محض شک کی بنیاد پر بھی اتنے بڑے بڑے فیصلے لے لیتے ہیں کہ دنیا کو ہماری جلد بازی پر تعجب ہونے لگتا ہے، انتقامی کاروائیاں بسا اوقات بغاوت پر آمادہ کر دیتی ہیں اور پھر الزام بھی اسے ہی جھیلنا ہوتا ہے، گویا یہ دودھ کے دھلے ہیں۔ تعجب تو اس وقت زیادہ ہوتا ہے جب ایسے ہی لوگ اخلاقیات کو مطالبہ کرتے ہیں اور سخت تیور دکھانے والے کو بداخلاق کہنے سے نہیں چوکتے۔

وعدہ خلافی: یہ چیز مسلم معاشرے میں بھی ایک فیشن کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ اس میں ہر چھوٹا، بڑا ملوث ہے، تجارت کے معاملات ہوں، یا قرض کی ادائیگی کا مسئلہ ہو، کسی سے ملاقات کی بات ہو یا اور دوسری جگہیں ہوں، یہ بیماری اپنا وجود درج کراتی ہے، حالاں کہ اس کی ہولناکی اور اس کے مضر نتائج زیادہ گہرے بھی نہیں کہ اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔ یہ زہر اعتماد کو مردہ بنا دیتا ہے، بھروسہ توڑ دیتا ہے، بسا اوقات کسی بڑے خسارے سے دوچار کر دیتا ہے۔ موبائل کی وبا نے تو اس برے کام کے کئی راستے دکھا دیے ہیں اور جھوٹ، وعدہ خلافی، دھوکہ دہی، فریب کاری جیسی برائیاں جنم لے رہی ہیں، یہ بھی اخلاق سوز بات ہے۔

مثالاً یہ گیارہ امور بیان کیے گئے ہیں جہاں اخلاقیات کا جنازہ نکلتا دکھائی دیتا ہے، کردار سسکیاں لیتا ہے، اور ہم مزے لوٹتے ہیں، بہانے تلاش کرتے ہیں، ہماری بداخلاقی اور بے مروتی کی بنیاد پر لوگ ہم سے دور بھاگتے ہیں، نہ ہماری بات سنتے ہیں، نہ ہم سے متاثر ہوتے ہیں۔ ہم اپنا دینی نقصان بھی کرتے ہیں اور دنیوی خسارا بھی مول لیتے ہیں، سماجی شناخت بھی کھو بیٹھتے ہیں اور ہمارا منہ کسی لائق نہیں رہتا۔ کیا ہم اس پر غور کرنے کے لیے خود کو آمادہ پاتے ہیں؟

اگر آپ غور کریں تو یہ حقائق سامنے آئیں گے کہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ میں اخلاقیات کے زریں اصولوں کا ایک جہان موجود ہے۔ مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کو قدم قدم پہ اچھے اخلاق و کردار سے آراستہ ہونے کا سبق دیا ہے اور بد اخلاقی سے سختی سے روکا ہے، حقوق اللہ و حقوق العباد کی کامل ادائیگی، امانت داری، صداقت شعاری، حسن خلق، عفو و درگذر، معاملہ فہمی، غیبت و چغلی سے اجتناب، الزام تراشی، حسد، کذب بیانی، کینہ پروری، اور انتقامی کاروائیوں سے سخت پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رواداری، صلح جوئی، صلہ رحمی، معافی، احسان، تعاون علی البر والتقویٰ کے احکام اسی لیے دیے گئے، تاکہ ہم اخلاقیات کی اعلیٰ قدروں سے آشنا ہوں اور اپنی زندگیوں میں اس کا رنگ و آہنگ پیدا کریں۔ شراب اور نشے کی حرمت میں بھی یہی حکمت ملاحظہ کی جا سکتی ہے کہ اس کا استعمال شرابی یا نشہ خور کو کن ابتر حالات کا شکار بنا دیتا ہے۔ نہ اس کی زبان قابو میں رہتی ہے نہ اس کے اعضا کنٹرول میں ہوتے ہیں، ایسا شخص کسی کو کچھ بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے مسلم نوجوان بھی اس کار بد میں ملوث ہو کر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا رہے ہیں اور انھیں اپنی زندگی کے مستقبل کی کوئی فکر نہیں ہے۔ لہٰذا میری گذارش ہے کہ متذکرہ بالا امور پر سنجیدہ غور کر کے ہر فرد اپنے اخلاقیات کو سنبھالا دے اور قطعاً ان برائیوں کے قریب نہ جائے جو اس کے کردار کو زنگ آلود کرنے والی ہیں اور جس سے اس کے اخلاق تباہ ہو رہے ہیں، اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے۔ ☆☆

فیس بک، پارک سے زیادہ خطرناک اور تفریحی ذریعہ

از: محمد عطاء النبی حسینی، ابو العلائی، استاذ جامعہ فیضان حاجی پیر، مانڈوی، گجرات

تفریح فرحت حاصل کرنے اور جسم و روح کو مسرت پہنچانے کو کہتے ہیں۔ اور شرعی حدود میں رہ کر اپنے جسم و روح کو فرحت و انبساط کے سامان فراہم کرنا نہ شریعت میں اس کی ممانعت اور نہ دین اسلام میں معیوب۔ کیوں کہ اس تفریح کے ذریعہ جسم و روح کا کسل اور طبعی ملال دور ہو کر دوبارہ طبیعت میں نشاط، چستی، حوصلہ، ہمت اور امنگ پیدا ہوتا ہے اور تفریح انسان کو ایک بار پھر پوری خوش دلی کے ساتھ زندگی کے مقاصد کی طرف پیش قدمی میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں بھی سیر و تفریح کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس کے

ذریعے تخلیق کائنات کا مشاہدہ اور قدرت الٰہی کا نظارہ کیا جا سکے ۔چناں چہ ارشاد ربانی ہے:

" قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"

یعنی (اے محبوب ﷺ) تم فرماؤ زمین میں سفر کرکے دیکھو، اللہ کیونکر پہلے بناتا ہے پھر اللہ دوسری اٹھان اٹھاتا ہے ۔بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے

اور اسی سیر و سیاحت اور تفریح کی برکت سے اس حکم خداوندی پر عمل آسان سے آسان تر ہو جاتا ہے:

" اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ، وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ، وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ، وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ "۔

توکیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا، اور آسمان کو کیسا اونچا کیا گیا، اور پہاڑوں کو کیسے قائم کئے گئے، اور زمین کو کیسے بچھائی گئی۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے بھی حدیث پاک میں فرحت و انبساط اور مسرت و شادمانی کے حصول کا حکم دیا۔چناں چہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں :

" روحوا القلوب ساعة فساعة"۔ (الجامع الصغیر، حدیث: ۴۴۸۴) یعنی دلوں کو وقتاً فوقتاً خوش کرتے رہا کرو۔

لیکن آج سیر اور تفریح کا صرف نام رہ گیا اور اس میں شریعت کے تقاضوں کا پاس و لحاظ نہ رہا جس کے سبب انسان تفریح کے لیے نکلتا تو ضرور ہے لیکن دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس میں شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کا جس بے دردی سے خون کیا جاتا ہے اور اخلاقی قدروں کا جس بے رحمی سے پرخچے اڑائے جاتے ہیں کسی پر پوشیدہ نہیں ۔ ہمارے تفریحی مقامات بھی پہلے سے بہت حد تک مختلف ہو گئے ہیں ۔ پہلے تفریح کے لیے متبرک مقامات ، مقدس جگہوں اور تاریخی مکانات کا انتخاب ہوتا تھا لیکن آج ہماری پسند نہ بابرکت جگہیں ہوتی ہیں اور نہ تاریخی مقامات بلکہ آج تفریح کے لیے ہماری نظر اکثر دو چیزوں پر ہوتی ہے:

(۱) پارک، باغ، باغیچہ (Garden)۔

(۲) سوشل میڈیا۔جس میں اول درجہ " فیس بک " کو حاصل ہے پھر " واٹس ایپ " کو، اس کے بعد " ٹیلیگرام " وغیرہ کو۔

دونوں مقامات بذات خود صحیح ہیں اور اگر ان کا استعمال صحیح انداز میں اور ان سے لطف اندوزی ضرورت پر اور ضرورت بھر ہو اور ساتھ ہی ان حدود میں رہ کر کیا جائے تو کسی حد تک ٹھیک ہے۔

(۱) سب سے پہلی چیز جو دوران تفریح پیش نظر رہنی چاہیے وہ ہے حیا۔

(۲) دوران تفریح اسراف و تبذیر سے اجتناب۔ خواہ اسراف و تبذیر روپے میں یا گفتگو میں ہو یا وقت میں ہو۔

(۳) شریعت کے بنیادی مقاصد نظر انداز نہ ہوں۔

ان تینوں حدود کو پیش نظر رکھ کر ہم تفریحی مقامات کا جائزہ لیتے ہیں تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج ہمارے ملک، شہر، گاؤں، علاقے، معاشرے اور تہذیب و تمدن میں تفریح کا جو رواج رائج ہو گیا ہے، اس نے تفریح اور تفریحی مقامات پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ان مقامات میں سے پارک کو ہی دیکھ لیں جس کا حال دن بدن بد سے بدتر ہوتا جا رہا ہے۔کیوں کہ آج وہاں جانا گناہوں کو دعوت دینے کے برابر ہے اور وہ اس طرح کہ اب شاید ہی کوئی ایسا گارڈن یا پارک ملے جہاں بے پردگی اور عریانیت اپنے شباب پر نہ ہو جس سے ایک سادہ ذہن رکھنے والا انسان بھی ذہنی کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے اور بد نگاہی و بدنظری کی تباہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔حالاں کہ قرآن پاک میں نگاہیں نیچی رکھ کر اس جیسے تباہ کن کاموں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔چناں چہ ارشاد ربانی ہے: " قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ " یعنی مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے۔اور حدیث پاک میں تو بدنگاہی کی لذت بے لذت سے لطف اٹھانے والے کو لعنت کا طوق پہنایا گیا ہے۔چناں چہ امام بیہقی رضی اللہ عنہ " السنن الکبریٰ " میں نقل فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: " لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ "۔ یعنی اللہ تعالیٰ بدنظری کرنے اور بدنظری کے لیے خود کو پیش کرنے والے پر لعنت فرمائے۔اور اگر توفیق الٰہی سے اس وبال سے محفوظ ہو بھی جائے تو خود کو بلند بانگ آواز میں گفتگو سے حقوق عامہ کے تلف کی آفت استقبال کے لیے کھڑی نظر آتی ہے جبکہ حقیقی مسلمان کی ایک علامت یہ ہے کہ " اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ " یعنی حقیقی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔اور بلند و

بالا آواز بھی اس فخریہ انداز میں ہوتی ہے کہ ہر لمحہ قہقہہ سے ماحول حیرت و استعجاب کا منظر پیش کرتا ہے لیکن اے کاش !اس وقت امام طبرانی کی " المعجم الصغیر " کی اس حدیث کو حاشیہ خیال پر لاتے " اَلْقَهْقَهَةُ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَالتَّبَسُّمُ مِنَ اللهِ تعالىٰ "۔یعنی قہقہہ شیطان کی طرف سے ہے اور مسکرانا اللہ عزّوجلّ کی طرف سے ہے۔ پھر ایسے مقامات پر پہنچ کر ہم نہ جانے کیوں اور کس مقصد کے تحت اس قدر دریا دلی سے کام لیتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ بلکہ یوں کہا جائے تو بجا ہوگا کہ ان مواقع پر ہم اخراجات کی فکر کی بجائے دکھاوا کی فکر میں لگ جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ ہم اسراف کی حد میں داخل نہیں بلکہ اسراف کی حد کو توڑتے چلے جاتے ہیں جو عموماً کسی انسان کو اور خصوصا مسلمان کو زیب نہیں دیتا " وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ" یعنی اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

پارک (Garden) سے زیادہ خطرناک اور تباہ کن تفریحی مقام عصر حاضر میں فیس بک ہے جسے گھریلو تفریحی مقام کے نام سے بھی یاد کیا جا سکتا ہے۔ اس فیس بک نے اتنا فائدہ تو ضرور پہنچایا کہ گھر بیٹھے تفریح کا سامان فراہم کر دیا لیکن نقصان اتنا پہنچایا کہ اللہ کی پناہ اور ہنوز یہ سلسلہ بد جاری ہے اور زور و شور سے ساری ہے۔ اس مقام تفریح کا سب سے چھوٹا لیکن بھاری بھر کم خسارے کا پہلو یہ ہے کہ اس میں آپ کے ارادے کے بغیر کسی بھی وقت حیا سوز اور عریانیت کو فروغ دینے والی تصاویر یا ویڈیو نگاہوں کے سامنے تباہ کن جلوے بکھیرنے لگتے ہیں جس سے بچنا نہایت مشکل ہوتا ہے اور اگر کوئی اس وبا سے حفاظت کے دائرے میں رہا بھی تو وقت جیسی عظیم اتنی قیمتی نعمت جس کے ایک لمحے کی کوئی شخص قیمت نہیں ادا کر سکتا اور نہ اسے واپس لا سکتا ہے ، بے دریغ ضیاع میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ ایک مسلمان کا یہ شیوہ ہرگز نہیں کہ وہ اپنے وقت عزیز سے غفلت کا شکار ہوتا رہے۔ اسی طرف اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا: نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالفراغ "۔یعنی دو نعمتوں کے بارے میں اکثر لوگ غفلت کے شکار ہیں۔(۱) صحت (۲) فرصت کے اوقات۔

اور فیس بک میں انہماک کا عالم ایسا ہوتا ہے کہ بعض دفعہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ انسان اپنا مقصد تخلیق "نماز" جیسی سب سے اہم اور افضل عبادت سے بھی غافل اور بے بہرہ ہو جاتا ہے اور ترک نماز کر کے گناہ عظیم اور ناراضگی الٰہی کے اسباب مہیا کرتا ہے۔ حالاں کہ نماز کے ترک پر اتنی سخت وعید ہے کہ اللہ اللہ !! رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: " من ترك الصلاة متعمدا كتب اسمه على باب النار ممن يدخلها"۔ یعنی جس نے قصداً نماز چھوڑی، جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے جس سے وہ داخل ہوگا۔ اور تہدید بھرا یہ فرمان نبوی ﷺ تو اس سے بھی کہیں زیادہ سخت ہے کہ " اَلْعَهْدُ الَّذِی بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ "یعنی ہمارے اور ان (کافروں) کے مابین (فرق کرنے والا) عہد نماز ہے سو جس نے نماز چھوڑی وہ کافر ہو گیا۔

ہاں !فیس بک پر ایک اور اخلاقیات سوز سلسلہ چل پڑا ہے جس میں علمائے اہل سنت کی پگڑیاں اچھالنے کی بزعم خویش سعی بلیغ ورنہ سعی ناکام کی جا رہی ہے اور اس کے لیے علمائے اہل سنت میں ہوئے فروعی اختلافات کا خوب خوب استعمال کیا جا رہا ہے جس کا سب سے بڑا خسارہ یہ ہو رہا ہے کہ ہماری نسل نو اور سادہ لوح مسلمان علما سے متنفر ہوتے جا رہے ہیں، علمائے اہل سنت سے عقیدت و محبت کو ہر لمحہ ذبح کیا جا رہا ہے اور علمائے اہل سنت پر عوام کا اعتماد کمزور تر ہوتا جا رہا ہے اور ان کی عزت اور حقوق کو بلا تامل پامال کیا جا رہا ہے لیکن اپنی عاقبت کی ایسے لوگوں کو کچھ بھی فکر نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے علما کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ليس منا امتي من لم يجل كبيرنا و يرحم صغيرنا و يعرف لعالمنا حقه.

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہیں کرتا اور ہمارے بچے پر مہربانی نہیں کرتا اور ہمارے عالم کا حق نہیں پہچانتا۔

ان مذکورہ باتوں کو ذہن میں رکھ کر کوئی شخص خود اپنے آپ سے سوال کرے کہ کیا کسی عورت کی بد نگاہی و بد نظری کرنا اخلاق کا حصہ ہے ؟ دوسروں کی تکلیف کا باعث بننا تہذیب و تمدن ہے ، حقوق عامہ کی عدم رعایت کا ادب کوئی تعلق ہے، علمائے اہل سنت کی تعظیم و توقیر کی بجائے تحقیر و تذلیل اچھے اخلاق و کردار کی پہچان ہے ؟؟؟ اگر اخلاق و ادب سے کچھ بھی تعلق ہوگا تو وہ شخص یہی کہے گا کہ نہیں ، نہیں اور نہیں اس میں اور اخلاق و ادب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور یہ اخلاقی قدروں کی بلندی نہیں بلکہ پستی کا سبب ہے۔

☆☆☆☆☆

بہادر شاہ ظفرؔ کی تقدیسی شاعری

محمد طفیل احمد مصباحی

الفاظ کے ذریعہ جذبات و احساسات اور افکار و خیالات کے دل نشیں اور موثر ترین اظہار کو ادب کہتے ہیں۔ ادب "مادبۃ" سے بنا ہے۔ عربی میں "مادبۃ" دسترخوان، ضیافت اور دعوتِ طعام کو کہتے ہیں، گویا ادب میں ضیافتِ طبع، سکونِ قلب اور ذہنی تفریح کا مفہوم شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر تحریر ادب نہیں کہلاتی۔ ادب کے زمرے میں وہی تحریر آتی ہے جس میں الفاظ اس ترتیب سے استعمال کیے گئے ہوں کہ قاری اس تحریر سے لطف اندوز ہو اور اس کے معنٰی سے تفریحِ طبع اور فرحت و مسرت حاصل کرے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ الفاظ و معانی اس طور پر گھل مل جائیں کہ ان میں رس، اور مٹھاس کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ یہی رس اور مٹھاس کسی تحریر کو ادب بناتی ہے۔ شاعری بجائے خود ادب ہے اور ادبِ لطیف کا اہم ترین حصہ۔ اردو ادب کا ایک بڑا حصہ اور معتد بہ ذخیرہ شاعری پر مشتمل ہے۔ جس طرح ایک مصوّر اپنی فن کاری اور رنگ آمیزی سے حسین و جمیل پیکر تراشتا ہے، اسی طرح ایک شاعر الفاظ اور زورِ تخیل کی مدد سے اشعار وجود میں لاتا ہے۔ گویا شاعری بھی ایک قسم کی صنعت، فن اور آرٹ ہے۔ نثر کی طرح نظم و شاعری کی نوعیتیں بھی مختلف ہیں۔ موضوع اور ہیئت کے لحاظ سے شاعری کی مختلف انواع و اقسام ہیں۔ مثلاً غزل، قصیدہ، مثنوی، مرثیہ، ریختی، واسوخت، مذہبی شاعری، صوفیانہ شاعری، اخلاقی شاعری، فلسفیانہ شاعری وغیرہ۔ تقدیسی شاعری در اصل مذہبی شاعری کا ایک روپ ہے، جس میں حمد، نعت اور منقبت جیسی پاکیزہ اور مقدس صنفِ سخن پر طبع آزمائی کی جاتی ہے اور شاعر اپنے مذہبی اقدار و روایات کا برملا اظہار کرتا ہے۔ تقدیسی شاعری کی بنیاد عقیدہ و عقیدت پر قائم ہے۔ صوفیانہ شاعری اور اخلاقی شاعری بھی تقدیسی شاعری کے ذیل میں آتی ہے۔ اردو شاعری کا آغاز مذہبی حیثیت سے ہوا اور ایک مدت تک مذہبی خیالات شاعری کا جزوِ غالب رہے اور یہی تقدیسی شاعری کا نقطۂ آغاز ہے۔

اردو کے نام ور اور قابلِ ذکر شعرا میں ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفرؔ کا نام کافی اہمیت کا حامل ہے۔ اگرچہ آپ شاعر سے زیادہ حکمراں کے طور پر مشہور ہیں، لیکن آپ کی شاعرانہ عظمت تاریخی مسلمات سے ہے۔ شعر و سخن میں کمال آپ کو وراثت میں ملا تھا، باپ بھی شاعر تھے اور دادا بھی شاعر۔ بہادر شاہ ظفرؔ کوئی معمولی اور عام قسم کے شاعر نہیں تھے، بلکہ اقلیمِ سخن کے فرماں روا کی حیثیت رکھتے تھے۔ مصنف گلِ رعنا لکھتے ہیں:

"آپ کو اقلیمِ سخن کی فرماں روائی دادا (شاہ عالم) سے ترکہ میں ملی تھی اور اردوے معلّٰی ان کے زیرِ نگیں تھا۔" (گلِ رعنا، ص:۲۹۷)

آپ کی پیدائش ۲۸ر شعبان ۱۱۸۹ھ/۲۳ر اکتوبر ۱۷۷۵ء کو اکبر ثانی کی ہندو نژاد بیوی لال بائی کے بطن سے ہوئی۔ حافظ محمد خلیل سے قرآن مجید پڑھا، عربی و فارسی کی کتابیں جناب حافظ ابراہیم سے پڑھیں۔ عربی درسیات، فارسی انشا پردازی کے علاوہ تیر اندازی، شہ سواری اور تیغ زنی جیسے فنون سے بھی واقفیت حاصل کی اور ان میں درجۂ کمال حاصل کیا۔ اورنگ زیب عالم گیر کی طرح بہادر شاہ ظفر کو خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق میں مہارت تھی۔ گیارہ سال کی ننھی عمر میں صوفیِ باصفا حضرت مولانا فخرالدین چشتی علیہ الرحمۃ کے صاحب زادے مولانا غلام قطب الدین چشتی کے ہاتھوں پر بیعت ہوئے۔ بچپن سے ہی صوفیانہ اخلاق و کردار کے حامل تھے۔ شکل و شباہت سے بھی ایک مسکین اور صوفی منش نظر آتے تھے۔ شعر و شاعری میں شاہ نصیر، میر کاظم حسین، شیخ ابراہیم ذوق، اور مرزا غالبؔ سے اصلاحیں لیں۔ آپ کی شاعرانہ عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ ذوق و غالبؔ جیسے اساتذۂ سخن کے شاگرد ہیں۔

اورنگ زیب عالم گیر کی وفات کے بعد مغل سلطنت دن بہ دن رو بہ زوال ہونے لگی۔ ۱۸۰۰ء تک ہندوستان پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی

گرفت مضبوط ہو چکی تھی۔ مغل سلطنت برائے نام تھی۔ انتظامی امور انگریز کارندے چلاتے تھے۔ ہندوستانی حرّیت پسندوں کی قیادت کے جرم میں جون ۱۸۵۸ء کو لال قلعہ میں بہادر شاہ ظفر پر مقدمہ چلا اور انھیں سزائے موت سنائی گئی۔ بعد میں یہ سزا جلا وطنی میں تبدیل ہو گئی۔ جنگی جہاز کے ذریعہ وقت کے اس مظلوم بادشاہ کو دہلی سے رنگون بھیج دیا گیا۔ نومبر ۱۸۶۲ء کو رنگون کے قید خانے میں مغل سلطنت کا یہ آخری چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔ اور ہمیشہ کے لیے مغل سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

بہادر شاہ ظفرؔ کو جس وقت رنگون لے جایا جا رہا تھا، اس وقت آپ نے بڑے درد آمیز الفاظ اور اندوہ گیں لہجے میں مندرجہ ذیل اشعار طبع کیے۔

جلایا یار نے ایسا کہ ہم وطن سے چلے
بطور شمع کے روتے اس انجمن سے چلے
نہ باغباں نے اجازت دی سیر کرنے کی
خوشی سے آئے تھے، روتے ہوئے چمن سے چلے

بہادر شاہ ظفرؔ کے ذاتی اوصاف و کمالات:

نظم و نثر، شاعر اور ادیب کی شخصیت کا پرتو ہوا کرتے ہیں۔ بہادر شاہ ظفرؔ کی تقدیسی شاعری ان کے ذاتی اوصاف و کمالات کے حسن کو ظاہر کرتی ہے، جو ان کی نجی زندگی کا صحیح خد و خال ہے۔ بہادر شاہ ظفر ایک سنی صحیح العقیدہ اور صوفیانہ خیالات کے حامل انسان تھے۔ حسنِ اخلاق، خوبیٔ کردار، اتباعِ شریعت، غیرت و حمیت، عفو و درگزر، حیا و مروّت اور دیگر محاسن و کمالات میں اپنی مثال آپ تھے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی اور مفتی صدر الدین آزردہؔ جیسے جید علما کی صحبت و ہم نشینی نے آپ کو مجموعۂ محاسن بنا دیا تھا۔

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہؔ ”گلشنِ بے خار“ میں لکھتے ہیں:

”ظفر تخلص ہے، آپ دنیا بھر کے لیے لائقِ تکریم ہیں۔ نام مرزا ابو ظفر بہادر ہے۔ لاتعداد خوبیوں کے حامل ہیں۔ بہت سے فنون میں دست گاہ رکھتے ہیں اور فنِ شاعری سے خوب آشنا ہیں۔“

(گلشنِ بے خار، ص:۲۴۵، قومی کونسل، دہلی)

ڈاکٹر جمیلؔ جالبی کے بقول:

بہادر شاہ ظفرؔ عظمت رفتہ کی آخری نشانی تھے۔ مزاجاً رحم دل، با مروّت، غریب پرور، وسیع المشرب اور خلیق تھے، نخوت و غرور کا نام نہ تھا۔“

ڈاکٹر فرحانہ شاہین لکھتی ہیں:

”بادشاہ (بہادر شاہ ظفر) کی شخصیت اعلیٰ حسنِ اخلاق کی مالک تھی۔ انکسار، کسرِنفسی، عفو و حلم، رحم و کرم، عنایت و نوازش، دین داری و پرہیزگاری اور فیاضی ان کی شخصیت میں پنہاں گوہر بیش بہا تھی، اور اسی وجہ سے وہ ہر دل عزیز تھے۔ ان پر فقر اور درویشی کا رنگ ایامِ ولی عہدی سے چڑھا ہوا تھا۔“ (بہار میں اردو نعتیہ شاعری کا تنقیدی مطالعہ، ص:۱۳۱)

آپ کے ذاتی اوصاف و کمالات کا سب سے نمایاں پہلو آپ کی شاعرانہ عظمت، قادر الکلامی اور استادانہ مہارت ہے۔ شاہ نصیرؔ، ذوقؔ اور غالبؔ کی شاگردی نے آپ کے فکر و فن میں جلا اور نکھار پیدا کر دیا ہے۔ ذاتی فضائل و کمالات اور عمدہ اوصاف و خصوصیات کے باعث آپ کی شاعری کا رنگ بڑا نکھرا ہوا اور تقدیسی نوعیت کا حامل ہے۔ حوادثِ روزگار اور سیاسی حالات کے پیشِ نظر اگرچہ آپ کی شاعری میں رنج و الم، شکوۂ ایام، حزن و ملال اور یاس و قنوطیت کا غلبہ ہے۔ لیکن شعریت سے لب ریز اور سوز و گداز سے مالا مال ہے۔ سادگی، پُرکاری، صفائی، بندشِ الفاظ، علوِّ معانی، ندرتِ افکار اور تغزّل و تخیّل کی خوبیاں اس پر مستزاد ہیں۔

جناب عمر فیضی لکھتے ہیں:

”ظفر کی قادر الکلامی مسلّم ہے اور اس کے ساتھ ان کی غزلوں میں اچھی غزل کے تمام لوازم موجود ہیں۔ ان کی شاعری سوز و گداز اور تاثیر سے پُر ہے۔ شاہ نصیرؔ کی تقلید کے باوجود ان کا رنگِ طبیعت نہیں چھپتا۔ ان کی زندگی رنج و الم، یاس و بے بسی کا مجموعہ اور ان کی شاعری اسی کا مجموعہ ہے۔ ذوق اور ظفرؔ کے کلام کا موازنہ کیا جائے تو ان میں کئی باتیں مشترک نظر آتی ہیں۔ دونوں کے یہاں زورِ استادی اور پختگیٔ کلام کی شان نظر آتی ہے۔ دونوں زبان اور محاورے کے استعمال میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں کے کلام میں صنائع و بدائع اور رعایتِ لفظی و معنوی کی بہتات ہے۔“ (ابتدائیہ کلیاتِ ظفر، ص:۶، فرید بک ڈپو دہلی)

بہادر شاہ ظفرؔ نے مختلف اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کر کے اپنی قادر الکلامی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ غزلیات کے علاوہ قطعات، مخمس، مسدس اور قصائد بھی کہے ہیں۔ لطیف و نازک صنفِ سخن نعتؔ و منقبت میں بھی طبع آزمائی کر کے نعت گو شعرا میں منفرد و ممتاز مقام بنایا ہے۔ ان کے نعتیہ کلام میں دلی احساسات و جذبات اور ذہنی

افکار و خیالات نمایاں طور پر منعکس ہیں۔ گاہے گاہے تلمیحات کی پیش کش سے کلام میں ایک خاص قسم کا لطف ملتا ہے، جس سے آپ کے کلام کی دل کشی و رعنائی میں کئی گنا اضافہ ہوگیا ہے۔

آپ کا مجموعۂ کلام ''کلیاتِ ظفر'' کے نام سے مکمل چار جلدوں میں شائع ہو چکا ہے جو تقریباً ۱۳۰۰؍ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ کلیاتِ ظفر کے مطالعہ سے آپ کی پاکیزہ اور بامقصد شاعری کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ مذہبی و اخلاقی موضوعات کے ساتھ صوفیانہ افکار و خیالات اور آپ کی تقدیسی شاعری کے نمونے جابجا نظر آتے ہیں۔ آپ کے مجموعۂ کلام میں حمد و نعت اور منقبت کے اشعار بھی موجود ہیں۔

اردو شاعری میں حمد و نعت اور منقبت کو تقدس کے ساتھ تقدم کا درجہ بھی حاصل ہے، کیوں کہ یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ اردو شاعری کا آغاز مذہبی حیثیت سے ہوا اور سب سے پہلے حمد و نعت کا شعری و تقدیسی نمونہ سامنے آیا۔ ابتداءً قصیدہ و مثنوی کے ضمن میں منقبت نگاری ہوتی تھی۔ بعد ازاں اسے ایک مستقل صنفِ سخن کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ صوفیۂ کرام اور مشائخِ عظام کی ''جکریاں'' منقبت کی ابتدائی شکل ہیں۔ محققینِ ادب نے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کو اردو کا پہلا نعت گو شاعر تسلیم کیا ہے اور میراں جی شمس العشاق کے بارے میں لکھا ہے کہ منقبت کا اولین نمونہ انھیں کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ شاہ علی جیو گام دھنی، ملّا غواصی، ولی دکنی، شیخ مختار، مولوی امین الدین، سید ہاشم علوی، سراج اورنگ آبادی وغیرہ اردو کے سابقین اولین شعرا میں ہیں، جن کے کلام میں ''تقدیسی شاعری'' کے جلوے نظر آتے ہیں۔ غرض کہ اردو میں تقدیسی شاعری کی روایت قدیم ہے۔ میر و غالب اور بہادر شاہ ظفر کے عہد میں یہ روایت مزید مستحکم اور توانا ہوئی۔

افراد و اشخاص کی طرح شعر و ادب بھی تمدن کا تابع ہوا کرتا ہے۔ بہادر شاہ ظفر نے اپنے عہد و ماحول کے زیرِ اثر غزل کے علاوہ تقدیسی شاعری کے گل بوٹے بھی کھلائے۔ حمد و مناجات لکھی، نعتیہ قصائد کے ذریعہ نبی اکرم ﷺ سے اپنے والہانہ عشق اور گہری محبت کا ثبوت دیا۔ اولیاے کرام اور بزرگانِ دین کی شان میں منقبتیں لکھ کر دنیا والوں کو عقیدت اولیا کا درس دیا۔

بہادر شاہ ظفر کی حمد نگاری:

بہادر شاہ ظفر کی کتابِ زندگی کا سب سے حسین ترین عنوان ان کی توحید پرستی ہے۔ بعض آزاد خیال مغل حکمرانوں کے برعکس وہ ایک مومنِ کامل موحد اور سچا مسلمان تھے۔ توحید و رسالت کے لازمی تقاضوں کے رمز آشنا تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کے حمدیہ کلام کے ہر شعر سے توحید و الوہیت کے نغمے صاف سنائی دیتے ہیں۔

توحید و خدا پرستی کے جذبات سے معمور یہ اشعار ملاحظہ کیجیے۔

مقدور کس کو حمد خدائے جلیل کا
اس جا پہ بے زبان دہن قال و قیل کا
پانی میں اس نے راہبری کی کلیم کی
آتش میں وہ ہوا چمن آرا خلیل کا
اس کی مدد سے فوجِ ابابیل نے کیا
لشکر تباہ کعبہ پہ اصحاب فیل کا
کیا پائے کنہِ ذات کو اس کی کوئی ظفر
واں عقل کا نہ دخل نہ ہرگز دلیل کا

(کلیاتِ ظفر، ص:۶، فرید بک ڈپو، دہلی)

مندرجہ بالا اشعار میں اسلامی عقائد و افکار اور قرآنی تلمیحات کی چاشنی قابلِ دید اور لائقِ نظارا ہے۔ قرآنی ارشاد: ''و ان من شئ الا یسبح بحمدہ'' کے مطابق کائنات کی ہر شے حمدِ رب اور ذکرِ الٰہی میں مشغول ہے۔ اللہ رب العزت کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کی کوئی انتہا نہیں اور اس کی حمد و ثنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ بہادر شاہ ظفر کو بھی اس حقیقت کا اندازہ تھا۔ اس لیے کہتے ہیں۔

کہاں ایسا ہمارا منہ کہ ہو جاوے ادا ہم سے
ظفر حمدِ الٰہی وہ جو شایانِ الٰہی ہے

بہادر شاہ ظفر کی نعتیہ شاعری:

تقدیسی شاعری میں حمدِ الٰہی کے بعد نعت گوئی کا درجہ ہے۔ نعتیہ شاعری، حمد و منقبت سے دشوار تر ہے۔ یہاں الفاظ سے زیادہ افکار کا پاکیزہ ہونا بنیادی شرط ہے۔ نعتیہ شاعری کے لیے عشق و محبت، خلوص و عقیدت، جذب و شوق، کیف و سرور اور اطاعت و تسلیم ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اس کے لیے فنی اصول و آداب کی رعایت کے ساتھ شرعی قیود و شرائط کا التزام بہر گام امرِ لابدّی ہے۔ بہادر شاہ ظفر ایک عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ ان کی رگ رگ میں محبتِ شاہِ بطحا سمائی ہوئی تھی۔ یوں تو انھوں نے اپنے آپ کو ''ایک مشتِ غبار'' کہا تھا، لیکن یہ مشتِ غبار بڑا باوقار اور نبی اکرم ﷺ کی محبت میں سراپا سرشار تھا۔

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں، نہ کسی کے دل کا قرار ہوں

جو کسی کے کام نہ آ سکے، میں وہ ایک مشتِ غبار ہوں

ڈاکٹر فرحانہ شاہین، بہادر شاہ ظفر کی نعتیہ شاعری اور ان کے جذبۂ عشقِ رسول کے حوالے سے لکھتی ہیں:

”بہادر شاہ ظفر کے کلام میں عشق و یقین، اطاعت و تسلیم، تعظیم و تکریم اور عقیدت و ارادت کا شدید گہرا جذبہ پایا جاتا ہے۔ ان کے عہد میں ہندوستان کی سیاسی، سماجی، ثقافتی، تہذیبی اور اقتصادی حالت خطرے کی گود میں پروان چڑھ رہی تھی۔ ہر طرف امن و امان کا شیرازہ بکھر رہا تھا۔ ہمارا ملک انگریزوں کے شکنجے میں آکر بڑے اضطراب اور بے قراری سے سانس لے رہا تھا۔ چناں چہ مصیبت کے پہاڑ ان پر (بہادر شاہ ظفر) ٹوٹ کر گرے۔ فاقہ کشی اور عزلت کی زندگی گزارنی پڑی۔ انھیں رنگون (برما و میانمار) کے قید خانے میں قید کیا گیا۔ جب کہ ان کے دل میں مدینہ میں موت نصیب ہونے کی تمنا تھی۔ حضور اقدس ﷺ کے روضۂ پاک کی زیارت کی تمنا تھی، اور آپ کو نبی کریم سے والہانہ عشق تھا۔“ (بہار میں اردو نعتیہ شاعری کا تنقیدی مطالعہ، ص:۱۳۲)

مندرجہ ذیل اشعار دیکھیں کہ کس قدر عشقِ رسول کے جذبات سے لبریز اور آپ ﷺ کی محبت و عقیدت سے مملو ہیں۔ شکوہِ الفاظ، رعنائیِ افکار اور تموّجِ خیالات اس پر مستزاد ہیں۔

اے سرورِ دو کون، شہنشاہِ ذو الکرم
سرخیلِ مرسلیں و شفاعت گرِ اُمم
رنگِ ظہور سے ترے، گلشن رخِ حدوث
نورِ وجود سے ترے روشن دلِ قدم
اے معدنِ کرم تری ہمت کے واسطے
کم تر ہے سنگ ریزہ سے قدرِ نگینِ جم

(کلیاتِ ظفر، ص:۵)

حدیثِ پاک ہے: كنت نبيا و آدم بين الماء و الطين.
یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ ابھی آدم آب و گل کا مرحلہ طے کر رہے تھے۔ لو لاك لما خلقت الأفلاك. مشہور حدیثِ قدسی ہے، جو اکثر کتبِ حدیث میں موجود ہے۔ اس میں اللہ رب العزت نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ: اگر آپ کو لباسِ ہستی میں ملبوس کر کے دنیا میں بھیجنا مقصود نہ ہوتا تو میں یہ افلاک اور زمین و آسمان پیدا نہیں کرتا۔ اسی طرح قرآن مقدس میں آپ ﷺ کے رخِ انور کو والضحیٰ اور گیسوے معنبر کو واللیل سے تعبیر کیا گیا ہے اور آپ کی بلند ترین عظمت کا اظہار کیا گیا ہے۔

بہادر شاہ ظفؔر نے اپنی شاعرانہ مہارت اور قادر الکلامی کا ثبوت دیتے ہوئے قرآن و حدیث میں مندرج نبیِ پاک ﷺ کی اس عظمت و رفعت اور شانِ کرامت کو بڑے اچھوتے انداز میں شعری پیکر عطا کیا ہے اور اپنی تلمیح نگاری کا فن کارانہ ثبوت دیا ہے۔

گلشنِ رسالت کا یہ بلبلِ ہزار داستاں یوں نغمہ طراز ہے۔

ہوتا کبھی نہ قالبِ آدم میں نفخِ روح
بھرتا اگر خدا نہ محبت کا تیری دم
عالم کو تیرا نور ہوا باعثِ ظہور
آدم ترے ظہور سے ہے مظہرِ اتم
ہیں زائرینِ روضۂ اقدس ترے جہاں
آتا ہے پائے بوس کو واں روضۂ اِرم
واللیل تیرے گیسوے مشکیں کی ہے ثنا
والشمس ہے ترے رُخ پر نور کی قسم
قرآں میں جب کہ خود ہو ثنا خواں ترا خدا
کیا تاب پھر قلم کو جو کچھ کر سکے رقم

(کلیاتِ ظفر، ص:۵)

زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہونے کی تمنا ہر عاشقِ صادق کرتا ہے اور خاص طور سے روضۂ رسول ﷺ پر حاضری اور آستانۂ سرکار کے گرد و غبار کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کو اپنی زندگی کی معراج سمجھتا ہے۔ بہادر شاہ ظفؔر ان خوش بخت عاشقانِ رسول میں سے ایک تھے جو پوری زندگی زیارتِ رسول کی آرزو میں سلگتے رہے اور اپنی آنکھوں کو پرنم کرتے رہے۔ شاہ ظفؔر ذیل کے اس نعتیہ قصیدہ میں اپنے جذباتِ دروں کا اظہار کرتے ہوئے جنابِ رسالت مآب ﷺ سے استعانت و امداد کی فریاد کرتے ہیں۔

یہی حسرت تھی کہ گھر میرا مدینے میں رہے
بنا رنگوؔن میں ارماں مِرے سینے میں رہے
آبِ زم زم کے عوض اشکِ خوں پینے میں رہے
لو خبر اس کی کہ چند دن مرے جینے میں رہے
ہے تمنا یہ ظفؔر کی یا رسولِ عربی
اپنی آنکھوں کو ملے آپ کی چوکھٹ سے نبی

بہادر شاہ ظفرؔ ایک جگہ اہلِ بیت اطہار کا واسطہ دے کر مالکِ کونین ﷺ سے لطف و عنایت کی بھیک مانگتے ہیں اور اپنے آئینۂ ضمیر سے بد اعمالیوں کے گرد و غبار کم ہونے کی تمنا کرتے ہیں۔ اہلِ بیت کو واسطہ بنانا، یہی توسل ہے اور رحم و کرم کے لیے کسی کو پکارنا، یہ استعانت و استغاثہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ سنت و جماعت کے عقائد و معمولات زمانۂ قدیم سے رائج و معمول رہے ہیں، یہ دورِ جدید کی پیداوار نہیں۔ شعر ملاحظہ کریں۔

تری جنابِ پاک میں ہے یہ ظفرؔ کی عرض
صدقے سے اپنے آل کے اے شاہِ محتشم
صیقل سے اپنے لطف و عنایت کے دور کر
آئینۂ ضمیر سے میرے غبار کم

بہادر شاہ ظفرؔ کی منقبت نگاری:

بلا مبالغہ اگر حمد و نعت شاعری کی مانگ کا سندور ہے تو منقبت شاعری کے ماتھے کا جھومر ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اردو میں "منقبت نگاری" کی تاریخ پانچ سو سال پرانی ہے۔ صوفیۂ کرام کی "جکریوں" سے منقبت کی ابتدا ہوئی۔

بہادر شاہ ظفرؔ نے اپنے فکر و فن کے خاکوں میں تقدس کا رنگ حمد و نعت کے علاوہ منقبت سے بھی بھرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "کلامِ ظفر" میں منقبت کے اشعار اچھی خاصی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ صحابۂ کرام، خلفائے راشدین، اولیائے عظام اور بزرگانِ دین سے آپ کو بڑی عقیدت اور غایت محبت تھی۔ اہلِ سنت و جماعت کے عقائد پر گام زن اور صوفیانہ اقدار و روایات کے امین اور پرجوش مبلغ تھے۔ رفض و خروج سے دور و نفور اور اہلِ سنت کے افکار و نظریات پر سختی سے کاربند تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خود کو خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے قدموں کی دھول بتاتے تھے اور انھیں لوگوں کو صاحبِ ایمان گردانتے تھے جن کا دل بغضِ صحابہ اور عداوتِ شبیر سے خالی ہو۔

ابوبکرؓ و عمرؓ عثماںؓ و حیدرؓ کا ہے کیا کہنا
ظفرؔ ہم خاکِ پا ان چار یارِ مصطفیٰ کے ہیں
وہ مسلماں ہیں ظفرؔ صاحبِ ایماں کہ جنھیں
نہ صحابہ سے ہو بغض اور نہ شبیرؓ سے لاگ

بہادر شاہ ظفر نے حضرت مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں جو منقبت لکھی ہے، اس کی زبان کافی سادہ، سلیس اور عام فہم ہے۔ سلاست و روانی اور چاشنی و طرفگی ہر جگہ برقرار ہے۔ علاوہ ازیں عشق و عقیدت کا دریا بھی بڑے جوش و خروش کے ساتھ موج زن ہے۔

میری کشتی کا ناخدا ہے علی
میرا ہادی ہے رہ نما ہے علی
میرا حامی ہے، پیشوا ہے علی
میرے ہر درد کی دوا ہے علی

گیارہ سال کی عمر میں آپ حضرت مولانا شاہ فخر الدین علیہ الرحمہ سے مرید ہوگئے تھے۔ اپنے مرشد سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ اپنے مرشد کی بارگاہ میں عقیدت کا خراج یوں پیش کرتے ہیں۔

مرشدِ پاک رواں فخر الدین
قبلہ و کعبۂ جاں فخر الدین
اک جہاں فخرِ جہاں کہتا ہے
پر ہے فخرِ دو جہاں فخر الدین

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

کیا خطر اس کو راہِ دیں میں ظفرؔ
رہ نماں جس کا فخرِ دیں ہو جائے

شیخ فخر الدین کے وصال کے بعد ان کے صاحب زادے مولانا شیخ قطب الدین سے بیعت ہوگئے۔ بہادر شاہ ظفرؔ برملا کہتے ہیں کہ میں اگرچہ بادشاہ ہوں لیکن اپنے مرشد کا کم ترین خادم ہوں:

مریدِ قطبِ دیںؔ ہوں، خاکِ پائے فخرِ دیںؔ ہوں میں
اگرچہ شاہ ہوں، ان کا غلامِ کم تریں ہوں میں
انھی کے فیض سے ہے نام روشن میرا عالم میں
وگرنہ یوں تو بالکل رو سیہ مثلِ نگیں ہوں میں
خاکِ پائے فخرِ دیںؔ ہے اپنے حق میں کیمیا
اے ظفرؔ کیوں خواہشِ اکسیر کرنی چاہیے
کہتا ہے ظفرؔ جو کچھ اب جوشِ محبت میں
اے فخرِ جہاں سب وہ تیری عنایت ہے

غرض کہ بہادر شاہ ظفر "کلام الملوک ملوک الکلام" کے مصداق دنیاوی بادشاہ کے ساتھ شعر و سخن کے بھی بادشاہ تھے۔ آپ کے کلام میں ادبی جمال، فنی کمال، لسانی بانکپن، رعنائی افکار، رفعتِ معانی اور شکوہِ الفاظ کا باہمی امتزاج دیکھنے کو ملتا ہے۔ ☆☆☆

نقد و نظر

نام کتاب	:	سالنامہ باغ فردوس مبارک پور مجدد دین اسلام نمبر
مرتبین	:	طلبہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
صفحات	:	۴۲۰
ناشر	:	تنظیم پیغام اسلام، طلبہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)
قیمت	:	۵۰۰/ روپے
مبصر	:	محمد ساجد رضا مصباحی استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف

باغ فردوس الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور برصغیر کی سب سے عظیم دانش گاہ، اہل سنت وجماعت کی آبرو اور فکر رضا کے فروغ واشاعت کا سب سے اہم مرکز ہے، جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے جہاں تعلیم وتربیت کے حوالے سے عالم اسلام میں امتیازی شناخت پیدا کی اور علوم فنون کی مختلف شاخوں میں سیکڑوں لعل وگوہر پیدا کیے وہیں تحقیق وتدقیق، تصنیف وتالیف اور اسلامی افکار ونظریات کی نشرواشاعت کے میدان میں بھی ناقابل فراموش خدمات انجام دیں، آج دنیا کا ہر خطہ مے خانۂ عزیزی کے بادہ خواروں سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ عرب کے تپتے ہوئے ریگزار ہوں یا افریقہ کے بیابان، یوروپ کی خدا بیزار فضا ہو یا ایشیا کا وسیع وعریض خطہ فرزندان اشرفیہ ہر محاذ پر سینہ سپر نظر آتے ہیں، دراصل یہ ساری بہاریں اس مرد قلندر کی مخلصانہ جدوجہد کی رہین منت ہیں جسے دنیا جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی کے نام سے جانتی ہے۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی علمی فضا میں پروان چڑھنے والے شاہین صفت طلبہ ہر زمانے میں ایسے کارنامے انجام دیتے رہے ہیں جو نہ صرف تاریخ ساز بلکہ دوسروں کے لیے نمونہ عمل اور لائق تقلید ہوا کرتے ہیں، زیر تبصرہ اولین سالانہ مجلہ ”مجدد دین اسلام نمبر“ بھی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے جواں عزم، باحوصلہ اور بلند فکر طلبہ کا ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ ”مجدد دین اسلام نمبر“ کی اشاعت جہاں جامعہ اشرفیہ کی قدیم روایتوں کا تحفظ ہے وہیں نسل نو کے فکر وعمل کو مہمیز کرنے کا عمدہ سامان بھی ہے۔ جامعہ اشرفیہ کے باشعور طلبہ کی تنظیم ”پیغام اسلام“ کے زیر اہتمام شائع ہونے والا ۴۲۰/ صفحات پر مشتمل یہ ضخیم نمبر کئی جہتوں سے متاثر کن ہے۔ مجدد دین اسلام کے حوالے سے اردو زبان میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا مجموعہ ہے جس میں پہلی صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک کے ۵۵/ مجدد دین اسلام کا ذکر جمیل اور ان کے تجدیدی کارناموں کا اجمالی خاکہ شامل ہے۔

”مجدد دین اسلام نمبر“ کے ابتدائی صفحات سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ دام ظلہ کے دعائیہ کلمات، محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی حفظہ اللہ صدرالمدرسین وصدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے کلمات طیبات، مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی دام ظلہ کی تقریظ جلیل اور مولانا محمد ابوہریرہ رضوی کے حرف آغاز سے مزین ہیں۔ مولانا ابوہریرہ رضوی نے حرف آغاز میں مجدد دین اسلام نمبر کی ترتیب وتدوین کے مراحل، فہرست سازی، تصحیح اور نظر ثانی فرمانے والے مشفق اساتذہ کی نوازشات اور قدم قدم پر مخلصانہ تعاون پیش کرنے والے احباب کا ذکر کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ نے مجدد دین امت کی جدوجہد کا اجمالی ذکر کرتے ہوئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے جہاد بالقلم پر روشنی ڈالی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے خاص طور سے جن باطل فرقوں کے خلاف محاذ آرائی فرمائی ان میں وہابی، دیوبندی اور قادیانی سرفہرست ہیں، آپ نے ان فرقوں کے باطل عقائد ونظریات کا اجمالی ذکر اپنی تحریر میں کیا ہے جو قارئین کے لیے مفید اور کارآمد ہے۔

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی نے اپنی تقریظ میں ”مجدد دین اسلام نمبر“ کو نئی نسل کے لیے ایک قیمتی تحفہ قرار دیا ہے، آپ نے بڑے صاف اور واضح انداز میں تحریر فرمایا ہے مجدد کے لیے تجدیدی کارنامے ضروری ہیں یہ کسی بھی صورت میں ہوسکتے ہیں، خواہ تبلیغ کے ذریعہ بدعات ومنکرات کا رد ہو یا تحریر کے ذریعہ فتنوں کا سد باب، بہر حال احقاق حق، ابطال باطل، تجدید دین اور احیاے شریعت کا کارنامہ انجام دینے والا مجدد کہلاتا ہے، لیکن کسی کو مجدد ماننا ان کے تجدیدی خدمات کے لحاظ سے علماے متاخرین کی صواب دید پر ہے،

کوئی اگر اس سلسلے میں تامل کرے تو اس پر طعن و تشنیع قطعاروا نہیں، نہ ہی کسی کو مجدد ثابت کرنے کے لیے مردم شماری کی ضرورت پیش آتی ہے جیسا کہ آج بعض ارباب عقیدت نے سوچ رکھا ہے۔

مجدد دین اسلام کے تذکار جمیل سے قبل مقدمہ کے طور پر "حدیث مجدد: ایک تجزیاتی مطالعہ" کے عنوان سے محمد فیضان سرور اورنگ آبادی متعلّم درجہ سابعہ کا ایک علمی تحقیقی، وقیع اور فکر انگیز مقالہ شامل ہے، مقالہ نگار نے خالص علمی اسلوب میں حدیث مجدد کا تجزیہ پیش کیا ہے، تیس صفحات پر مشتمل اس گراں قدر مقالے میں انہوں نے حدیث مجدد" ان الله یبعث لهذه الامة علیٰ راس کل مأة سنة من یجدد لها دینها" کی استنادی حیثیت، رجال حدیث، مآخذ حدیث اور الفاظ حدیث کی توضیح وتشریح پر بھرپور گفتگو کی ہے۔ حدیث پاک میں مذکور لفظ "راس مأة" کا معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ عربی زبان میں راس مأة کا لغوی معنی ابتداے صدی بھی ہے اور اختتام صدی بھی لیکن حدیث مجدد میں شیخ عبد الرؤف مناوی کے علاوہ سارے محدثین اس کا معنی اختتام صدی مراد لینے پر متفق ہیں، اس موقف پر مقالہ نگار نے متعدّد شواہد بھی پیش کیے ہیں۔ انہوں نے بعثت اور ولادت میں فرق، اختتام صدی پر مجدد کی بعثت کی حکمت، ایک صدی میں کئی مجدد ہونے کے جواز اور صدی سے صدی ہجری مراد ہونے پر معرکہ آرا گفتگو کی ہے۔ موصوف دلائل کی روشنی میں ولادت اور بعثت کا فرق واضح کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" معلوم ہوا کہ ولادت اور ہے بعثت اور ہے، ان دونوں میں فرق کو سامنے رکھتے ہوئے آسانی سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ راس مأة پر مجدد کی پیدائش نہیں ہوگی بلکہ بعثت ہوگی، یعنی وہ راس مأة سے پہلے ہی پیدا، بلکہ علوم ظاہری وباطنی سے سرفراز ہو چکے گا اور اختتام صدی کے وقت اس کا تجدیدی کام منصہ شہود پر ہوگا"

علامہ ابن حجر عسقلانی، حافظ جلال الدین سیوطی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور دیگر محققین کے بیان کردہ اصول اور فہرست محدثین سے واضح ہے کہ مجدد نے جس صدی کا آخری زمانہ پایا اسے اسی صدی کا مجدد قرار دیا جائے گا بعد والی صدی کا کچھ زمانہ ہر مجدد نے ضرور پایا ہے مگر اسے بعد والی صدی کا مجدد نہیں قرار ادیا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی جن کی ولادے ۹۸۵ھ میں ہوئی اور وصال ۱۰۵۲ھ میں ہوا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے انہیں المقاصد الحسنہ کے حاشیہ میں دسویں صدی کا مجدد قرار دیا اور مجددین کی پوری فہرست میں اسی اصول کا لحاظ فرمایا ہے۔ مجددین اسلام نمبر میں اسی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے تاج دار اہل سنت مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ کو چودھویں صدی کا مجدد قرار دے کر چودھویں صدی کے مجددین کے باب میں آپ کی سیرت و سوانح اور تجدیدی کارناموں کو شامل کیا گیا ہے جو بالکل صحیح اور صدفی صد درست ہے۔

حضرت مفتی اعظم ہند کی مجددیت کے سلسلے میں ماضی قریب میں کافی گرم بحثیں ہوئی ہیں اور اس معاملے میں ایک طبقہ، علماے سلف اور خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی بیان کردہ تصریحات سے صرف نظر کرتے ہوئے آپ کو پندرہویں صدی کا مجدد قرار دینے پر مصر ہے اور نہ ماننے والوں کی نیتوں اور عقیدتوں کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے ارباب علم وادب سے گزارش ہے کہ اس مجلّے کا مطالعہ کرکے اپنے موقف پر نظر ثانی کریں اور اپنی فکر کا قبلہ درست کرلیں۔

مجلّے کے صفحہ ۳۵ سے مجددین اسلام کا ذکر خیر شروع ہوتا ہے جو صفحہ ۴۱۲ تک پھیلا ہوا ہے، ہر صدی کے مجددین کے لیے الگ الگ باب ہیں، مجددین کی فہرست میں سب سے پہلا نام حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سب سے آخری نام مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا ہے۔ پہلی صدی ہجری کے مجددین میں ۶، دوسری صدی کے مجددین میں ۷، تیسری صدی کے مجددین میں ۵، چوتھی صدی کے مجددین میں ۴، پانچویں صدی کے مجددین میں بھی ۴، چھٹی صدی کے مجددین میں ۲، ساتویں صدی کے مجددین میں ۲، آٹھویں صدی کے مجددین میں ۳، نویں صدی کے مجددین میں ۲، دسویں صدی کے مجددین میں ۶، گیارہوں صدی کے مجددین میں ۵، بارہویں صدی کے مجددین میں ۴، تیرہوں صدی کے مجددین میں ۳، اور چودھویں صدی کے مجددین میں ۲ نام شامل ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی ولادت ۱۲۷۲ھ میں ہوئی اور وصال ۱۳۴۰ ہجری میں ہوا، اس لحاظ سے آپ نے تیرہویں صدی ہجری کا آخری زمانہ پایا لہٰذا اصولی طور آپ تیرہویں صدی کے مجدد ہوئے، آپ کا ذکر بھی تیرہویں صدی کے مجددین میں ہونا چاہیے تھا، لیکن چوں کہ آپ چودھویں صدی کے مجدد کی حیثیت سے مشہور ومتعارف ہیں اس لیے آپ کا ذکر چودھویں صدی کے مجددین میں کیا گیا ہے۔ اسی طرح مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر دسویں صدی کے مجددین

کے بجائے گیارہوں میں صدی کے مجددین میں شامل کیا گیا ہے۔

مجددین کی فہرست میں ۱۴/ مجددین کا تعلق ہندوستان سے ہے ،جس میں حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا دہلوی، حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، حضرت میر عبدالواحد بلگرامی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی، حضرت قاضی محب اللہ بہاری، حضرت شیخ کلیم اللہ چشتی جہان آبادی، شاہ ہند حضرت اورنگ زیب عالم گیر، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حضرت بحرالعلوم علامہ عبدالعلی فرنگی محلی، حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی، محب رسول حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، مفتی اعظم ہند شاہ مصطفی رضا بریلوی قدس سرہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

مجددین کے حالات اور ان کے تجدیدی کارناموں کو مستند کتابوں سے اخذ کرکے ہنر مندی کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے، حوالوں کا التزام کیا گیا ہے، اکثر مقامات پر عربی عبارات کے ترجمے کر دیے گئے ہیں، جس کی وجہ سے افادیت دوبالا ہو گئی ہے، بعض مقالے بہت مختصر ہیں، اور بعض مجددین کی صرف سیرت بیان کی گئی ہے، تجدیدی کارناموں کے سرسری ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے، ایسا شاید وقت کی قلت یا مواد کی عدم دست یابی کی وجہ سے ہوا ہے، بہر حال طلبہ اشرفیہ نے اصحاب فکر وقلم کو زمین فراہم کردی ہے مزید تحقیق وجستجو اور تلاش وتتبع اہل علم کے حوالے ہے۔

یہ پورا مجلہ اپنے موضوع پر ایک عظیم شاہ کار اور معلومات کا سمندر ہے، خاص طور سے فیضان سرور اورنگ آبادی کا مقالہ اس لائق ہے کہ اسے مستقل رسالے کی صورت میں شائع کیا جائے، کتابت وطباعت عمدہ اور دیدہ زیب ہے، ہزار احتیاط کے باجود پروف کی غلطیوں کا رہ جانا کوئی نئی بات نہیں۔ بہرحال اس عظیم کارنامے پر جامعہ اشرفیہ کے بافیض اساتذہ (جن کی نگرانی میں یہ کام ہوا) اور بلند ہمت طلبہ خصوصاً تنظیم پیغام اسلام کے ارباب حل وعقد ڈھیر ساری مبارک بادیوں کے مستحق ہیں۔ امید ہے کہ یہ سالنامہ علمی وادبی حلقوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل کرے گا اور طلبہ اشرفیہ کا یہ علمی وقلمی سفر اسی شان شوکت کے ساتھ جاری رہے گا۔

(ص:۵۶ کا بقیہ)... آیات جہاد کے سیاق وسباق اور شان نزول سے صرف نظر کرکے ان کو سمجھنے کی کوشش کرنے والا دھوکہ کھا جاتا ہے اور بعض لوگ اسی طرح اسلام کے تعلق سے بدگمانیاں پھیلانے کی دانستہ کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ میں خود آیات جہاد کے سلسلے میں ایک زمانے تک غلط فہمیوں کا شکار رہا اور ان آیات کو بنیاد بناکر " اسلامی جہاد " کے نام سے ایک کتاب لکھی جو مختلف زبانوں میں شائع ہوئی، اس کتاب میں میں نے جہاد کا غلط معنی ومفہوم پیش کیا تھا۔ لیکن جب ان آیات کا صحیح مفہوم مجھ پر واضح ہوا تو میں نے اپنی سابقہ کتاب کو منسوخ قرار دیتے ہوئے اسلام کی صحیح تعلیمات پر مبنی ایک کتاب " اسلام آتنک یا آدرش " کے نام سے لکھی ہے۔

انہوں نے کہا کہ پیغمبر اسلام ﷺ دنیا کی سب سے عظیم شخصیت ہیں ان جیسا نہ دنیا میں کبھی پیدا ہوا اور نہ کبھی پیدا ہوگا۔ آج ہمارے وزیر اعظم " سب کا ساتھ سب کا وکاس " نعرہ بلند کر رہے ہیں، یہ نعرہ صرف حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل درآمد ہی کے ذریعہ کام یاب ہو سکتا ہے۔

۲۰/ اپریل کو بعد نماز عشا عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں مقرر خصوصی کی حیثیت سے فخر صحافت حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور انجینئر سید فضل اللہ چشتی صابری دہلی نے شرکت فرمائی۔ سید فضل اللہ چشتی صابری نے اصلاح معاشرہ پر بڑی سنجیدہ اور اثر آفریں خطاب کیا انہوں نے نوجوانوں کو علم وفن کے مختلف میدانوں میں آگے بڑھنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ آج ہماری ناکامی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمیں وقت کی قدر وقیمت کا احساس نہیں ہم اپنا قیمتی وقت بڑی بے دردی کے ساتھ ضائع کر رہے ہیں۔

مقرر خصوصی فخر صحافت حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے سرکار کی سیرت طیبہ کے حوالے بڑی شاندار گفتگو فرمائی، انہوں نے کہا: مصطفی جان رحمت ﷺ دنیا میں ظلم وجبر کے خاتمے کے لیے تشریف لائے تھے، آپ نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ صحرائے عرب میں عدل وانصاف کا وہ خوش گوار ماحول قائم کیا جس کی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے، آج دہشت گردی کا تعلق اسلام سے جوڑ کر اسلام کو بدنام کرنے کی جو ناکام کوشش کی جارہی ہے تاریخ وسیرت کا مطالعہ کرنے والا اس کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے۔ انہوں نے سیرت نبوی کے مخلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور دلائل کی روشنی میں ثابت فرمایا کہ امن وامان اور صلح وآشتی کا اصل داعی اسلام ہی ہے۔

جامعہ کے طلبہ کے مابین ۴،۵/ مارچ ۲۰۱۶ء کو منعقد ہونے والے تحریری وتقریری مسابقہ کے انعامات حضرت صاحب سجادہ کے ہاتھوں تقسیم کیے گئے، حضرت مفتی انفاس الحسن چشتی نے بیان ولادت شریف پڑھی، صلاۃ وسلام اور دعا کے بعد کانفرنس کا اختتام ہوا۔

از: محمد ساجد رضا مصباحی، خادم جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف ضلع اوریا یوپی

منظومات

نعت

منہ سے جب نامِ شہنشاہِ رسولاں نکلا
ساتھ ہی ساتھ درودوں کا گلستاں نکلا

اُن کی انگلی کا اشارہ جو ہوا، مغرب سے
کب کا ڈوبا ہو خورشیدِ درخشاں نکلا

پاؤں نے ان کے چھوا جس کو اُسی مٹی سے
کوئی حمزہؔ، کوئی بوذرؔ کوئی سلماں نکلاں

حشر میں دھوپ کے نیزوں کی چبھن دور ہوئی
ابر سمجھا تھا جسے آپ کا داماں نکلا

آپ کی یاد نے دی ہر دلِ مُردہ کو حیات
آپ کے درد سے ہر درد کا درماں نکلا

جب لیا نامِ نبی حرفِ ندا کے ہمراہ
مجھ سے طوفانِ حوادث بھی گریزاں نکلا

عظمتِ سیدِ عالَم کی ہے روشن یہ دلیل
شیشہ تو شیشہ ہے پتھر بھی ثنا خواں نکلا

دیکھ کر رونق و تابانیِ رخسارِ نبی
چرخ پر چاند بھی انگشت بدنداں نکلا

بچھ گیا عرشِ بریں زیرِ قدم اسرا میں
اِس قدر شان سے اللہ کا مہماں نکلا

جرأتِ موجِ بلا نامِ نبی سے ٹوٹی
مجھ سے دامن کو بچاتا ہوا طوفاں نکلا

جب کوئی لفظِ ادب میں نے سجایا لب پر
مدحتِ سیدِ ابرار کا عنواں نکلا

میرے اعمال میں لکھی گئی فکرِ مدحت
مغفرت کا مِری مضبوط یہ امکاں نکلا

مل گئے مجھ کو دوعالم کے خزانے مہتابؔ
جب میں طیبہ کی طرف بے سر و ساماں نکلا

مہتاب پیامی، مبارک پور

تصوف کیا ہے؟

مرے رسول کی چاہت مرا تصوف ہے
نبی کے عشق کی غیرت مِرا تصوف ہے

سبق یہ سیرتِ صدیق سے ملا مجھ کو
عدوے دین پہ شدت مِرا تصوف ہے

ہمیں جو سورۂ حجرات نے دیا منشور
اُسی ادب کی رعایت مِرا تصوف ہے

درِ حسین سے پائی ہے یہ روش میں نے
کمالِ صبر و عزیمت مِرا تصوف ہے

کروں رسول کے دشمن سے پیار، ناممکن
نبی کے باغی سے نفرت مِرا تصوف ہے

تمام عاشقِ صادق ہیں ہم نشیں میرے
سب اہلِ عشق سے الفت مِرا تصوف ہے

مِرا سلوک سکھاتا ہے مجھ کو استغنا
نہ مال و زر نہ حکومت مِرا تصوف ہے

کبھی خرید نہ پائے قلندروں کو ملوک
یہی عظیم وراثت مِرا تصوف ہے

نبی کے عشق نے بخشی ہے فطرتِ غیور
کبھی نہ جھکنے کی عادت مِرا تصوف ہے

میں رات دن اِسے چشمِ وفا سے پڑھتا ہوں
کتابِ عشقِ رسالت، مِرا تصوف ہے

مری حیات ہے ناموسِ مصطفٰی پہ نثار
رہِ وفا میں شہادت مِرا تصوف ہے

ہر اک مقام پہ اظہارِ حق مِرا شیوہ
ہر اک محاذ پہ جرأت مِرا تصوف ہے

فریب و مکر سے یہ صوفیت نہیں ملتی
قدم قدم پہ صداقت مِرا تصوف ہے

فقط لباس کبھی صوفیت نہ کہلائی
دل و نظر کی شرافت مِرا تصوف ہے

میں جانتا ہوں دلوں کے چھپے ہوئے مقصد
مِری نگاہِ فراست مِرا تصوف ہے

عمل ہے کونوا مع الصادقین پر میرا
ہر ایک جھوٹے پہ لعنت مِرا تصوف ہے

میں نور بن کے دلِ متقی میں رہتا ہوں
حسب نسب نہ سیادت مِرا تصوف ہے

تلاشِ قربِ الٰہی سدا مِرا مطلوب
کہ ذکر و فکر کی حالت مِرا تصوف ہے

گئے نہ صوفیؔ، کبھی مال و زر کی چوکھٹ پر
جہانِ فقر کی دولت مِرا تصوف ہے

نہیں ہے دین میں اِس کا الگ کوئی رَستہ
فقط نظامِ شریعت مِرا تصوف ہے

مِرا طریق نمود و ریا سے ہے پرہیز
خلوصِ دل کی رفاقت مِرا تصوف ہے

میں کرتا رہتا ہوں ہر روز نفسِ بد کا حساب
ہر اک خطا پہ ندامت مِرا تصوف ہے

فریدیؔ تو بھی مسلسل اِسی پہ چلتا رہ
رسولِ پاک کی سنت، مِرا تصوف ہے

محمد سلمان رضا فریدی، مسقط، عمان

صدائے بازگشت

پانی کے شدید بحران سے ہاہاکار

مکرمی!...............................سلام مسنون

پانی کے شدید بحران سے ہاہاکار

امید قوی ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔ لیکن مہاراشٹر کی اکثریت خوش نہیں ہے۔ یہاں کی عوام بوند بوند کے لیے ترس رہی ہے، مزدور بلک رہے ہیں، قطروں کے محتاج کسان زہر کی بوندیں پینے پر مجبور ہیں، پانی کی قلت سے کئی تعلیمی اداروں میں تالے لگ گیے ہیں۔

پانی کے بغیر کھیتیاں سوکھ کر پھٹ گئیں، جانور مرنے لگے ہیں، فصلیں خاکستر ہونے لگی ہیں۔ خود ہمارے مدرسے میں تین سو روپے یومیہ کے صرفے سے پانی کے ٹینکر منگائے جارہے ہیں۔ وہ منظر کتنا افسوسناک تھا جسے دیکھ کر مجھ جیسے سنگ دل کی آنکھیں بھی بھر گئیں تھیں، لگ بھگ رات کے ایک بجے تھے کہ دار العلوم کے مین گیٹ سے دستک کی آواز سنائی دی۔ باہر جھانکا تو ساڑی بلاؤز میں ملبوس سہمی سہمی سی ایک ہندو دوشیزہ ہاتھ میں پانی کی قلسی لیے کھڑی تھی۔ ان کی وضع اور وقت بتا رہا تھا کہ وہ پانی کے لیے کوئی بھی قیمت چکانے کو تیار ہے۔

تباہی اور خشک سالی کی داستان ہر طرف بکھری پڑی ہے۔ بڑے بڑے آبی ذخائر (ڈیم، ندیاں اور تالاب) وقت سے پہلے ہی خشک ہوگئے ہیں۔ پانی کی سطح غیر معمولی طور پر نیچی آگئی ہے۔ عثمان آباد کے تیرنا ڈیم میں پچھلے ۴۵ سالوں میں پہلی بار دھول اڑتی دکھائی دی۔ بھارت کے دوسرے سب سے بڑے (ناتھ ساگر، جائک واڑی، پٹن، اورنگ آباد) ڈیم کی سطح آب پہلی بار اتنی نیچے آگئی ہے۔ مراٹھواڑہ (اورنگ آباد، جالنہ، پربھنی، لاتور، عثمان آباد، بیڑ، ناندیڑ) کا حال تو اور ابتر ہے۔ پورے مراٹھواڑہ میں پینے کے لیے صرف ۳٪ فیصد پانی ہی بچا ہے۔ دور دراز مقامات، شولاپور، میرج اور سانگلی سے جل رانی ٹرینوں کے ذریعے پانچ پانچ لاکھ لیٹر کی تعداد میں پانی بہم پہنچایا جارہا ہے لیکن پانی کی کھپت کا یہ حال ہے کہ عوام ایک ہانڈی پانی کے لیے تین تین گھنٹے قطاروں میں کھڑے رہنے پر مجبور ہیں۔ نفسی نفسی کا یہ عالم دیکھ کر دہلی کے وزیر اعلی اروند کیجریوال یومیہ دس لاکھ لیٹر پانی مراٹھواڑہ بھیجنے کا خوش گوار اعلان کر چکے ہیں۔

عوام کسی بھی قیمت پر پانی چاہتی ہے لیکن مناسب پانی کا حصول جوئے شیر بن کر رہ گیا ہے۔ لوگ عجیب وغریب حرکتیں کر رہے ہیں۔ جوں ہی کوئی ایکسپریس ٹرین کسی اسٹیشن پر ٹھہرتی ہے، ڈبوں کے بیت الخلاؤں سے پانی چوری کرنے کے لیے ایک جم غفیر امنڈ پڑتی ہے۔ اس پانی نے گھر کی پردہ نشین بہنوں کو بھی سڑکوں پر قطاروں میں کھڑے ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ ٹینکروں کے انتظار میں ان کی راتوں کی نیندیں قربان ہو رہی ہیں، کسی کو کھانے کے بجائے پانی کی بھیک مانگتے ہوئے میری آنکھوں نے پہلی بار دیکھا ہے۔ شدید آبی قلت سے نمٹنے کے لیے حکومت نے فروری ۲۰۱۵ میں ”پرلی ٹھرمل پاور پلانٹ، بیڑ“ کو بند کر دی تھی۔ پانی کی قلت سے مزدور طبقے اور متوسط طبقے کے کاروبار کی حالت ناگفتہ بہ حد تک پہنچ گئی ہے۔ لوگ اس طرح کے کچھ عجیب وغریب نعرے اور جملے وضع کر لیے ہیں:

دودھ والا: دودھ خالص ہے۔ پانی ملا دودھ نہیں ملے گا۔

ہوٹل والے: ہاتھ دھونے کے لیے پانی نہیں ہے۔

چائے والے: چائے کا آرڈر دیے بغیر پانی نہیں ملے گا:

لانڈری والے: کپڑے دھوئے نہیں جائیں گے۔ صرف استری کیے جائیں گے۔

کرایے دار: کرایہ دوگنا لے لو، لیکن پانی چاہیے۔

دھوبی: ابھی کاروبار بند ہے۔

نجی ہاسپیٹل: بستر پر چادر فراہم نہیں کی جائے گی۔

اگر ”زبان خلق کو نقارہ خدا“ سمجھنے کی فطری صلاحیت موجود ہے تو قارئین کو ان جملوں سے حالات کی سنگینی کا اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہیے۔

علاقہ مراٹھواڑہ کے علاوہ مہاراشٹر کے احمد نگر، ستارا، سانگلی، ناسک، ناگپور، شولاپور، کولہ پور، ودربھ وغیرہ اضلاع میں پانی کے لیے ہاہاکار مچی ہوئی ہے۔

پانی ایک ملکی مسئلہ: پانی کا مسئلہ تنہا مہاراشٹر ہی کے لیے سنگین نہیں ہے بلکہ کہیں نہ کہیں یہ مسئلہ پورے ملک کے لیے درد سر بنا ہوا ہے۔ راجستھان، دہلی، جھارکھند، چھتیس گڑھ، اتر پردیش سمیت پورے ملک کے لیے ایک سنگین مسئلہ بنا ہوا ہے۔ بھارت کی مجموعی آبادی دنیا کی ۱۶ ٪ فیصد ہے لیکن اس کا دنیا کے آبی

ذخائر میں حصہ صرف ۴٪ فیصد ہی ہے۔ جس ملک میں دریاؤں کی پوجا کی جاتی ہو، جہاں پانی کو بھگوان کا درجہ دیا جاتا ہو، جس کے دامن میں گنگا، جمنا، نرمدا، برہمپتر، جہلم، چناب، ستلج، راوی، گومتی، گوداوری، تاپتی، ہگلی، مہاندی، دریائے سندھ، گھاگرا، سابرمتی جیسی کئی ندیاں بکھری پڑی ہوں، اس ملک میں بھی پانی کا بحران واقعی تشویش ناک اور حیرت انگیز ہے۔

پانی،ایک عالمی عنوان: دیکھا جائے تو یہ صرف تنہا بھارت کا ہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ پانی کی سنگینی بین الاقوامی صورت حال اختیار کرگئی ہے۔ ماہرین کا ماننا ہے کہ اگلی عالمی جنگ پانی کے عنوان پر ہوگی۔ دریائے نیل کے پانی پر اس کے ساحلی ممالک کے مابین جھڑپیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں، امریکہ کی سب سے بڑی ندی میسی سپی کو لیکر قریبی ممالک سے تنازعات ہوتے رہتے ہیں، پانی کے تعلق سے ہندو چین کے اختلافات آئے دن اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں، اردن، فلسطین اور اسرائیل کے درمیان ماضی میں اس مسئلہ پر کافی جنگیں ہوچکی ہیں، ایران، عراق، مصر، غزہ، ترکی سمیت مشرق وسطی کے اکثر ممالک پانی کی کمی کے شکار ہیں۔

زمین کا ۷۰٪ فیصد سے زائد حصہ پانی پر مشتمل ہے۔ خود ہمارے جسم میں ستر فیصد پانی ہے۔ ستر فیصد بحری حصے کے علاوہ خود برّی حصہ میں انسانی آبادیوں کے بیچوں بیچ دریائے نیل، امیزن، میسی سپی، یانگزے، سیحون، دریائے سندھ، میکانگ، برہمپتر، لینا، وولگا، زمبیزی، ڈینوب، آمور، نیی سئی، پارانا، ٹیمز، دریائے سین، گنگا، جمنا جیسی سانپوں کی طرح پھن لہراتی سیکڑوں ندیوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اس کے باوجود آخر کیا وجہ ہے کہ پوری دنیا پانی کی قلت سے جوجھ رہی ہے؟

بے شمار وجوہات میں سے پانی کا اسراف، غیر محتاط استعمال اور پانی کی فراہمی میں حکومت کا امیر اور غریب میں تمیز جیسی بنیادی وجوہات شامل ہیں۔

تدارک اور حل: مانسون پر غور کیا جائے تو حالات قابو سے باہر ہیں، لیکن بندوں کی نظر اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر ہونی چاہیے۔ اس کی مشیت جب جوش میں آئے تو خشک پتھر سے چشمے جاری کر دے، انگلیوں سے فوارے جاری کردے، وہ قادر مطلق ہے۔ وہ چاہے تو ایک تنور سے رستے چشمے سے ایوریسٹ کی چوٹی کو بھی ڈبو دے، اسی قدرت کاملہ کی طرف قرآن میں یوں اشارہ کیا گیا ہے، ”قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ“ (سورہ الملک، آیت، ۳۰) یعنی تم فرماؤ! بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمھارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں پانی لادے نگاہ کے سامنے رہتا۔ اس آیت میں جہاں اس بات کی شہادت موجود ہے کہ بارش جیسی عظیم نعمت بندوں پر رب کے بے شمار انعامات کی ایک چھینٹ ہے وہیں اس سے یہ بھی باور ہوتا ہے کہ چاہے دنیا جتنے جتن کرلے، سائنس اور ٹکنالوجی سے جتنی زور آزمائیاں کر لے، بغیر اس کی مشیت کے سب قصر عنکبوت ہے۔ وہی منبع رحمت ہے، اس کی رحمت اسباب کی محتاج نہیں، فقیر کا چشم دید واقعہ ہے۔ دو سال پہلے کی بات ہے۔ شہر مالیگاؤں میں بارش رحمت کے لیے نماز استسقا اور دعا ہوئی تھی، دو دن بعد لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ برسوں سے سوکھے پڑے نالے سے پانی ابلنا شروع ہوگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے نالہ اور آزو بازو کی کھیتیاں سیراب ہوگئیں۔ اس کراماتی واقعہ کی تفصیل کئی اخبارات نے شائع کی تھی۔ اس سے کراماتی واقعہ کے ذریعہ پانی کی فراہمی اس ذات بے ہمتا کے نزدیک بہت ہی آسان ہے۔ بظاہر سارے اسباب معدوم نظر آرہے ہیں، پانی کے بغیر زندگی کا تصور ہی روح میں ہیجان برپا کر دیتا ہے۔

مراٹھی کسانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے متاثر ہوکر حال ہی میں منعقد ہوئے ایک مشاعرے میں پرواز اعظمی نے کہا تھا۔

زندگی سے تنگ آکر تم نے خودکشی کرلی
تم کو رب کی رحمت کا انتظار کرنا تھا

لیکن قوم مسلم اب بھی اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہے اور نماز استسقا اور دعاؤں کا سلسلہ جاری ہے۔ کیوں کہ

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ ہی لڑتا ہے سپاہی

فقط۔ انصار احمد مصباحی، دار العلوم رضائے مصطفیٰ، اورنگ آباد

ماہنامہ اشرفیہ حاصل کریں

راجستھان میں ماہ نامہ حاصل کریں

جناب معروف احمد خاں

73 رضا نگر، سیکٹر 12، سوینا، اودے پور، راجستھان، 313002

مہاراشٹر میں ماہ نامہ حاصل کریں

مولانا ایاز احمد مصباحی

پرنسپل جامعہ قادریہ، سروے نمبر 49،

میٹھا نگر، کونڈوا، پونہ، مہاراشٹر

وفیات

الحاج الشاہ حکیم سید محمد احمد قادری کا وصال پر ملال

نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ دنیاے سنیت کی ایک عظیم شخصیت شیخ طریقت، طبیبِ حاذق، الحاج الشاہ حکیم سید محمد احمد قادری چشتی صابری نقش بندی سہروردی خلیفۂ مجاز زبدۃ العارفین، قدوۃ الصالحین، خواجہ سراج الدین حضرت علامہ و مولانا الحاج الشاہ سید محمد خلیل احمد کاظمی المتخلص خاکی محدث امروہوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا مورخہ ۸ / رجب المرجب ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶ / اپریل ۲۰۱۶ء بروز سنیچر ۹ / بج کر ۳۰ / منٹ پر سہارن پور میں وصال پر ملال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت کے ایصالِ ثواب کے لیے کثیر مقامات پر ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ جب آپ کے وصال کی خبر جامعہ اشرفیہ مبارک پور پہنچی تو علماے کرام اور طلبۂ عظام میں غم واندوہ کی لہر دوڑ گئی، نمازِ عشا کے بعد عزیز المساجد میں حضرت کی روح پاک کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے ایک محفل منعقد کی گئی۔ جس میں کثیر طلبہ کے ساتھ اساتذۂ اشرفیہ بھی موجود تھے۔ محفل کا آغاز حضرت قاری ابوذر نے تلاوت کلام اللہ سے فرمایا، جامعہ کے ماہر و فاہم استاذ مفتی زاہد علی سلامی نے حضرت مرحوم کے حالات زندگی اور خدمات دین پر روشنی ڈالی، آخر میں حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی مصباحی مدظلہ العالی نے موثر اور پر درد لہجہ میں دعا فرمائی۔

حضرت کی نمازِ جنازہ رات میں ڈیڑھ بجے کے بعد ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ کی امامت حضرت مولانا سید نور الامین کاظمی نے فرمائی۔ نمازِ جنازہ میں ملک بھر سے آئے ہوئے کافی تعداد میں شیدائیوں نے شرکت کا شرف حاصل کیا۔ شرکا میں علما و طلبہ کی بھی خاصی تعداد تھی، مولا تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان و وابستگان کو صبر جمیل کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت ممدوح محترم دین دار متقی پرہیز گار اور علما کے معتقد شخص تھے۔ آپ نہایت منکسر المزاج، سادگی پسند، جود و سخا اور خوش اخلاق شخصیت کے مالک تھے، عموماً ملنے والوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے۔ آپ طالبانِ علومِ نبویہ اور علماے اہلِ سنت کا حد درجہ احترام فرماتے تھے، سب سے بڑی عظمت یہ تھی کہ آپ کی زندگی مطابق سنت تھی۔ عشقِ رسول ﷺ اور محبتِ اولیاے کرام میں ہمہ وقت سرشار رہتے تھے۔ آپ کے عشقِ رسول کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ساداتِ کرام سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ آپ ایک ماہر اور بافیض طبیب تھے، آپ کی طبی مہارت عوام و خواص کے درمیان شہرت کا سبب بنی۔ آپ نے طب اپنے والد ماجد سے سیکھی تھی، اپنے تیار کردہ نسخوں میں دواؤں کے صحیح اجزا اور مطلوبہ مقدار استعمال کرنے میں ضرب المثل تھے، حضرت مرحوم کا شمار ہندوستان کے ان ان چند نباض طبیبوں میں ہوتا تھا جو مریض سے حال پوچھے بغیر صرف نبض دیکھ کر مریض کے سارے احوال سے باخبر ہو جاتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ مختلف دینی و روحانی مجالس کا انعقاد کرتے تھے۔، ان کی دینی، مسلکی، سماجی اور فلاحی خدمات اہلِ علم و عوام الناس سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اولیاے کرام اور علماے عظام کی تبلیغ اسلام کے سلسلے کو جاری رکھنے کے لیے ہمہ وقت تن من دھن سے کوشاں رہتے تھے۔

اس مقصد کے لیے آپ نے سب سے پہلے سہارن پور میں اہلِ سنت کی ایک مسجد اور درس گاہ کی ضرورت محسوس کی اور اسے پورا کرنے کے لیے صابری جامع مسجد اور جامعہ غوثیہ رضویہ کی بنیاد ڈالی۔ زرِ کثیر صرف کر کے نہایت وسیع سہ منزلہ مسجد مکمل کرائی، مسجد اور مدرسہ کو آباد کیا، آپ نے سہارن پور جیسے شہر میں رہ کر مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کا جو اہم کام انجام دیا ہے اس کو جماعت کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ آپ نے وہاں رہ کر اپنے خلوص و محبت، ایثار و عزم مصمم اور عملِ پیہم کے ذریعہ محبت رسول کا ایک باب قائم کر دیا۔ مولا تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی اس کوشش اور مشن کو قائم و دائم رکھے اور آپ کے جامعہ غوثیہ رضویہ کو دن دونی رات چوگنی ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

از: نور الامین قادری رضوی، متعلّم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

نوٹ: قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی تحریک اور جدو جہد سے سہارن پور میں ایک عظیم الشان ادارہ جامعہ غوثیہ رضویہ قائم ہوا۔ حکیمسید محمد احمد قادری مرحوم ایک حساس ذمہ دار کی حیثیت سے ساتھ میں لگے رہے، بلکہ حضرت علامہ کے وصال کے بعد ساری ذمہ داریاں آپ ہی نے مکمل فرمائیں۔ علامہ نے اس ادارہ کے لیے صرف زبانی جمع خرچ نہیں کیا بلکہ ملک کے مختلف گوشوں میں سفر فرما کر ادارے کے لیے تعاون کی راہیں ہموار کیں اور اس کی تعمیر و ترقی کے لیے حد درجہ محنت فرمائی۔ ☆☆

روداد چمن

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تقریب ختم بخاری

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے زیر اہتمام تقریب ختم بخاری شریف کا انعقاد ہوا جس میں حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ نے فضیلت کے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج آپ کے لیے جامعہ اشرفیہ میں یہ آخری درس ہے، آپ نے مشفق اساتذہ سے جو علم حاصل کیا ہے اسی علم کے مطابق اپنی زندگی گذاریں۔ حضرت نے مزید فرمایا: علم و عمل یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں علم کے ساتھ ساتھ جس کے اعمال اچھے ہوں گے اسے دین و دنیا دونوں میں سرخروئی حاصل ہوگی، عزیز طلبہ آپ کو جو بھی موقع ملا ہے اسے حصول علم میں لگائیں، کیونکہ بار بار موقع نہیں ملتا، علم حاصل کر کے باصلاحیت و باعمل عالم بنیں اور عملی دنیا میں جاکر گم گشتۂ راہ کو راہ راست دیکھائیں، آپ یاد رکھیں کہ انھیں علما کی قدر و عزت ہوتی ہے جو باعمل ہوتے ہیں۔ حضرت سربراہ اعلیٰ نے ناصحانہ خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دنیا سایہ کی طرح ہے اگر آپ نے دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تو دنیا آپ کے پیچھے سایہ کی مانند ہوگی، جو بندہ اللہ رب العزت پر بھروسہ کرتا ہے تو خداوند قدوس اس کی دین و دنیا دونوں سنوار دیتا ہے، یہاں سے جانے کے بعد آپ دنیا کے کسی کونے میں خدمات انجام دیں رہے ہوں اپنے اساتذہ اور بزرگوں سے رابطہ بنائیں رکھیں تاکہ ہمہ وقت آپ کی رہنمائی ہوتی رہے اور ان کا فیض بھی ملتا رہے۔

ہماری دعا ہے کہ جو کچھ ہمارے بزرگوں نے آپ کو امانتیں دی ہیں اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پوری دنیا اور امت مسلمہ کو فیضیاب اور روشن کرے، آج اسلام پر ہر طرف سے یلغار ہورہی ہے آج مسلمانوں کو ظلم و تشدد کا شکار بنایا جارہا ہے، آج بہت سارے چیلنجز ہیں جس کا سامنا کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔ ہم نے ہمیشہ امن و شانتی کا پیغام دیا ہے اور اپنے وطن عزیز سے ہمیشہ وفاداری کی ہے اور جب جب ضرورت پڑی ہے تو ہمارے اسلاف نے ملک کے لیے اپنی جانوں کو بھی قربان کیا ہے۔ اخیر میں حضرت نے طلبہ کو تضیع اوقات اور پابندی صوم و صلوۃ کی تلقین کی۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ناظم تعلیمات خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی نے ختم بخاری شریف کا درس دیا اور ساتھ ہی جامعہ کے معاونین مخلصین، اساتذہ، طلبہ اور ملازمین کے ساتھ عالم اسلام کے مومنین و مومنات کی عزت وآبرو کی حفاظت اور امن امان کی مخلصانہ دعا کی۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم، اختتام صلوۃ و سلام اور سربراہ اعلیٰ کی دعا پر ہوا۔ پروگرام کی نظامت مفتی زاہد علی سلامی نے کی جب کہ الوداعی کلمات محمد زاہد فتح پوری اور ہدیہ تشکر محمد توفیق عالم رضوی نے پیش کی۔

اس موقع پر جامعہ کے صدرالمدرسین مفتی محمد نظام الدین رضوی، مولانا اعجاز احمد مصباحی، مفتی معراج القادری، مولانا اختر کمال مصباحی، مولانا مسعود احمد برکاتی، مفتی بدر عالم مصباحی، مولانا ناظم علی مصباحی، مولانا صدرالوریٰ مصباحی، مولانا اختر حسین فیضی، مولانا ساجد علی مصباحی، مولانا حبیب اختر مصباحی، مولانا غلام دستگیر مصباحی، مولانا غلام نبی مصباحی، مولانا احمد رضا مصباحی، مولانا عبداللہ مصباحی اور مولانا رفیع القدر مصباحی وغیرہ کے علاوہ کثیر تعداد میں اساتذہ اور طلبۂ جامعہ موجود تھے۔

☆☆☆☆

ماہنامہ اشرفیہ حاصل کریں

جمشید پور میں
مفتی عابد حسین مصباحی
مدرسہ فیض العلوم دھتکی ڈیہہ، بسٹوپور، جمشید پور (بہار)

بنارس میں
ریحان سوٹ گھر، شاپ نمبر-۲۳
نئی سڑک حافظ لنگڑے کی مسجد، بنارس

سلطان پور میں
مولانا محمد ابو بکر صاحب
مدرسہ سراج العلوم لطیفیہ
نہال گڑھ، م جگدیش پور، سلطان پور (یوپی)

امبیڈکر نگر میں
حافظ ظہیر احمد صاحب،
مدرس مدرسہ ندائے حق، جلال پور، امبیڈکر نگر

خیر و خبر

پونہ میں انجمن غوث الوریٰ کے زیر اہتمام تعلیمی کانفرنس

۲۳؍مارچ ۲۰۱۶ء ۱۳؍جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ بروز بدھ سرزمین پونہ میں انجمن غوث الوریٰ سوسائٹی کے زیر اہتمام عرس حافظ ملت کے پر بہار موقع پر تعلیمی کانفرنس و سنی اجتماع کا انعقاد کیا گیا، جس کی سرپرستی و صدارت نبیرۂ حضور حافظ ملت نعیم ملت حضرت علامہ محمد نعیم الدین عزیزی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے فرمائی، جب کہ مقررین میں مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی سیکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن لندن و داعی کبیر حضرت مولانا شاکر علی نوری امیر سنی دعوت اسلامی ممبئی۔ شعرائے کرام میں حضرت قاری رضوان سنی دعوت اسلامی ممبئی، قاری ریاض الدین ناگور راجستھان تھے۔ حضرت مفتی محمد عابد رضا مصباحی امام و خطیب سنی مدینہ مسجد کدل واڑی، پونہ، کی قیادت میں یہ کانفرنس و اجتماع بڑی کامیابی سے ہم کنار ہوا۔ حضرت علامہ محمد نعیم الدین عزیزی نے اپنے پر کیف صدارتی خطاب میں علم کی فضیلت بیان فرمائی اور دینی اور دنیوی تعلیم میں حالات زمانہ کے اعتبار سے موازنہ فرما کر کہا: یہ ہمارا اسلام ہے جس نے روز اول سے ہی عالم انسانیت کو علم کی طرف بلایا۔ دنیا کی جو قومیں آج اپنے آپ کو مہذب اور متمدن شمار کر رہی ہیں کل تک ان کا عالم یہ تھا کہ ان کے لیے تعلیم حاصل کرنے پر پابندی تھی، ان کو یہ حق نہیں تھا کہ علم حاصل کریں۔ عالم یہ تھا کہ وہ پوپ جو ان قوموں کے ضمیروں کے سوداگر تھے، ان کو اتنی بھی اجازت نہیں دیتے کہ کوئی شخص معمولی سی بھی علمی بات کر سکے، بلکہ ایک عورت نے جسارت کر کے چھپ کر قوم کو علم کی دولت سے قریب کرنا چاہا تو اس دور کے پادریوں نے اس پر ظلم و جبر کے پہاڑ توڑے اس کو برہنہ کر کے کنکریلی زمین پر گھسیٹا اور جب وہ مر گئی تو کھولتے ہوئے تیل میں اس کی لاش جلا دی گئی۔ یہ دنیوی قوموں کا سلوک اہل علم کے ساتھ تھا، جب کہ نظام اسلام یہ ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ پر غار حرا میں پہلی وحی نازل ہو رہی ہے اور آغاز ” اقرأ “ سے ہو رہا ہے۔ انہوں نے مزید زور دے کر فرمایا کہ مسلمانو! اپنے بچوں کو ضرور پڑھاؤ، دنیوی تعلیم ضرور دو، ڈاکٹر، انجینئر ضرور بناؤ مگر ساتھ ہی ساتھ علم دین بھی سکھاؤ تاکہ وہ اپنا ایمان محفوظ رکھ سکیں اور جب آپ دنیا سے جانے لگیں تو آپ کی روح کی تسکین ہو سکے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری موت پر تمھارا بیٹا حسرت کے ساتھ تمھارا جنازہ دیکھے، نماز جنازہ تک نہ پڑھ سکے اور نہ دعاے مغفرت کر سکے۔ اس لیے ضروری ہے کہ بچوں کو دین اور دنیا دونوں کی تعلیم سے آراستہ کرو تاکہ ہماری نسلیں دین و دنیا دونوں میں کامیاب ہو سکیں۔

امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا شاکر علی نوری نے قرآن و احادیث کی روشنی میں بڑا پر مغز خطاب فرمایا۔ حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی نے بھی علم کے موضوع پر ایک فکر انگیز خطاب فرمایا۔ انہوں نے قوم مسلم کی زبوں حالی اور علمی پسماندگی پر دردمندانہ روشنی ڈالی، آپ نے فرمایا: علم نہ ہونے کی بنیاد پر آج ہم بیس بائیس فی صد آبادی ہونے کے باوجود پس ماندہ ہیں۔ ہمارا شمار پس ماندہ قوموں میں ہو رہا ہے اور اس پر ستم یہ کہ ہمارے کچھ علاقوں میں پندرہ اور سولہ فی صد آبادی نشہ اور ڈرگس جیسی لعنت میں مبتلا ہے۔ کیا کوئی بے غیرت انسان یہ سوچے گا کہ ہماری قوم پستی میں چلی جائے! اور پس ماندہ ہو جائے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ کو دین اور دنیا دونوں کی تعلیم سے اپنے آپ اور اپنے معاشرے کو مزین کرنا ہوگا۔

ہمیں افسوس ہے کہ آج کا مسلمان کچھ ایسی جگہوں پر جا رہا ہے جہاں بت پرستی اور شرک ہو رہا ہے۔ ہمارا نوجوان کہاں جا رہا ہے ہمیں اس پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مفتی عابد رضا نے پروگرام کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اس پروگرام میں پونہ و اطراف کے متعدد علما و ائمہ اور کثیر تعداد میں مرد و خواتین نے شرکت کی۔ ساتھ ساتھ ٹیلی کاسٹ کے ذریعہ ۱۸؍ممالک میں سینکڑوں افراد نے براہ راست دیکھا اور اپنی علمی پیاس ان بزرگوں کے بیان سن کر بجھائی۔

منجانب: اراکین انجمن غوث الوری سوسائٹی، کدل واڑی، پونہ

بدایوں شریف میں عرس فریدی

قطب بدایوں، سراج السالکین مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سالانہ عرس مبارک ”عرس فریدی“ ۱۱؍۱۲؍مارچ ۲۰۱۶ء، خانقاہ آبادانیہ فریدیہ بدایوں میں شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا۔ عرس کی تمام تقریبات شریعت مطہرہ کے دائرہ میں ہوئیں۔

۱۱؍مارچ بعد نماز جمعہ گیارہویں شریف کی نیاز ہوئی، بعد عصر محفل چادر پوشی کا آغاز تلاوت کلام پاک سے سجادہ نشیں پیر طریقت حضرت شاہ

محمد انور علی سہیل فریدی نے کیا۔ تلاوت کے بعد صاحبِ سجادہ نے درس حدیث دیا۔ بخاری شریف کی پہلی حدیث "إنما الأعمال بالنيّات" پر مختصر اور جامع تقریر کی اور کہا کہ ہر چیز کا دارو مدار نیت پر ہے۔ عمل کی قبولیت کے لیے حسنِ نیت ضروری ہے، جو بھی کام کرو خلوص نیت سے کرو، تمھارا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہو، یہی تصوف کی تعلیم ہے اور تصوف ہے۔ تقریر کے بعد نعت و منقبت ہوئی اور چادر کا جلوس صاحبِ عرس کی رہائش گاہ سے برآمد ہوا اور آستانہ عالیہ پر پہنچا جہاں کثیر تعداد میں حاضرین نے چادر پوشی کی۔ بعدِ عشا محفلِ میلاد شریف کا آغاز میلاد نامہ تحفۃ الرسول سے کیا گیا۔ میلادِ پاک کے بعد صاحبِ سجادہ کی صدارت میں طرحی مشاعرہ ہوا، مصرعہاے طرح یہ تھے:

کون و مکاں میں دھوم حبیب خدا کی ہے (نعتیہ مصرع)
رب نے بخشا ہے تمھیں علمی خزانہ مفتی (منقبتی مصرع)

مشاعرہ کی نظامت بدایوں کے مشہور نعت و منقبت گو شاعر ڈاکٹر مجاہد ناز بدایونی نے کی۔ تیس شعراے کرام نے منظوم طرحی کلام پیش کیا۔ شب میں تین بجے کے بعد صاحبِ سجادہ کے کلام اور دعا پر مشاعرہ کا اختتام ہوا۔ عرس فریدی کے طرحی مشاعرہ کو یہ امتیاز اور خصوصیت حاصل ہے کہ ناظمِ مشاعرہ طرحی منظوم نظامت کرتے ہیں۔ اس نوعیت کے شاذ و نادر مشاعرے ہوتے ہیں۔

۱۲ر مارچ بروز سنیچر بعد فجر حلقہ ذکر طریقہ آبادانیہ ہوا۔ قرآن خوانی و نیاز مشائخ سلسلہ ہوئی۔ دس بجے قل شریف کی محفل کا آغاز ہوا۔ حمد و نعت و منقبت اور تقاریر علماے کرام ہوئیں۔ معمر عالم دین مولانا مشفع احمد بدایونی مولانا رونق افروز اشرفی بھاگل پوری نے سیرتِ پاک، بزرگوں کے حالات اور صاحبِ عرس کی حیات و خدمات پر عمدہ تقریر کی۔ انھوں نے تقریر میں کہا کہ صاحبِ عرس کی زندگی پاکیزہ، اخلاق پاکیزہ، اعمال پاکیزہ، گفتگو پاکیزہ، سیرت پاکیزہ تھی۔ آپ شریعت و طریقت کا آئینہ، وقت کے بڑے مفتی، محدث اور عارف باللہ تھے، جسم کا ہر حصہ ذاکر تھا۔ آپ کا کمال تھا کہ پیچیدہ مسائل کا حل مختصر آسان گفتگو میں فرما دیتے۔ سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ پوری زندگی سنت نبوی کے مطابق گزاری۔ مولانا مشفع احمد نے مزید کہا کہ حضرت قطب بدایوں میرے دادا استاد تھے، میں نے اپنی زندگی میں آپ جیسا صابر و شاکر، باعمل عالم دین نہیں دیکھا، نہ کبھی ایسا کوئی عمل دیکھا جو شریعت کے خلاف ہو۔ اخیر میں صاحبِ سجادہ نے اختتامی تقریر کی، اہلِ خانقاہ و زائرینِ عرسِ فریدی کو پیغامِ محبت و نصیحت دیا اور کہا: برادران گرامی، انسان کے جسم میں دل کی خاص اہمیت ہے۔ دل کو صاف ستھرا پاکیزہ رکھو، پیارے نبی ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے "اِذَا صَلَحَ صَلَحَ الْجَسَدَ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَد فَسَدَ الْجَسَدَ كُلُّهٗ" دل صحت مند ہے تو جسم صحت مند ہے اور اگر دل میں فساد ہے تو سارے جسم میں فساد ہے۔ صلاۃ و سلام و فاتحہ خوانی کے بعد صاحبِ سجادہ نے شجرہ خوانی اور دعاے امن و سلامتی و فلاح و بہبودگی و صحت و تندرستی کی۔ دونوں دن فریدی لنگر عام جاری رہا۔ عرس میں کثیر تعداد میں عقیدت مند اور مریدین نے شرکت کی۔ بدایوں کے علاوہ بریلی، بنارس، غازی پور، مہرسا، بیگو سرائے، سمستی پور، جلپائی گوڑی، بلرام پور اور دہلی کے مریدین نے عرس میں شرکت کی۔ عالی جناب ضخامت علی ایڈوکیٹ، دبیر الاسلام فریدی، نیاز ندیم فریدی، احمد معینی، حاجی شمشیر علی قادری مہمانِ خصوصی رہے۔ عرس کا انتظام مولوی عبد الجبار فریدی کی زیرِ نگرانی رہا۔ مولوی اطہر علی شبلی فریدی، عبد الجلیل فریدی، احمد جاوید فریدی، خسرو فریدی مہمانوں کی خدمت میں پیش پیش رہے۔

از: محمد حبیب فریدی، خانقاہ فریدیہ بدایوں شریف

عالمی تحریک دعوت اسلامی مبارکپور کے زیر اہتمام
محلہ علی نگر میں یک روزہ اجتماع

دعوت اسلامی علما کے زیر سایہ دنیا بھر کے دو سو سے زائد ممالک میں تبلیغی اور علمی خدمات انجام دے رہی ہے، آج دعوت اسلامی میری معلومات کے مطابق پوری دنیا کی سب سے بڑی غیر سیاسی تحریک ہے۔ دعوت اسلامی عوام کو گمراہیت سے بچاتی اور ایمان و عقیدہ کی حفاظت کرتی ہے، مبلغین گاؤں گاؤں جاکر عوام کو اسلام و سنیت کی دعوت دیتے ہیں اور سنت رسول پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ مذکورہ خیالات کا اظہار حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور نے تبلیغ قرآن و سنت کی دعوت اسلامی حلقہ مبارک پور کے زیر اہتمام علی نگر چوراہا مبارک پور میں منعقدہ ایک روزہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے مزید کہا کہ اگر دنیا و آخرت دونوں سنوارنا چاہتے ہو تو نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہو جاؤ، پیارے آقا کے بتائے ہوئے راستے پر چلو، مغربی تہذیب و تمدن کے رنگ و روغن کو بھول کر اسلامی شعار کو اپنالو، خدا کا خوف دل میں بسالو، شریعتِ مصطفوی کے پیرو کار بن جاؤ، تمھاری دنیا بھی سنور

جائے گی اور آخرت میں بھی کامیاب وکامران رہو گے۔

واضح رہے کہ دعوت اسلامی کا یہ اجتماع تین نشستوں میں ہوا۔ پہلی نشست کا آغاز بعد نمازِ عصر حافظ وقاری محمد اکرم کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ مولوی مصباح الدین اور محمد اسلم نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ اس کے بعد قاری محمد اعظم اور قاری محمد اکرم مصباحی کا خطاب ہوا۔ دوسری نشست میں مبلغین دعوت اسلامی نے نعتیں پیش کیں، بعد میں مولانا احمد رضا و مفتی محمد اعظم کا خطاب ہوا۔ تیسری نشست بعد نمازِ عشا شروع ہوئی، عادل عطاری، محمد اویس عطاری اور محمود احمد عطاری نے بارگاہ رسالت میں ہدیۂ نعت پیش کیا، اس کے بعد مولانا محمد شعیب رضا غازی پوری، مولانا مسعود احمد برکاتی اور سید وثیق احمد اناؤ کا خطاب ہوا جس میں علما نے بیان کیا کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری قبول کرلے تو صالح معاشرہ کی تشکیل خود بخود ہو جائے گی۔ علما نے فکر آخرت پر کافی زور دیتے ہوئے دنیاوی زندگی کی حقیقت سے متعلق بیان کیا۔ دوران پروگرام سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ مفتی محمد نظام الدین رضوی پرنسپل وصدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے سوالات کے جوابا دیے۔ یہ سلسلہ تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ یہ پروگرام دیر رات تک جاری رہا، اخیر میں ذکر واذکار، صلاۃ وسلام اور مرکزی مبلغ دعوت اسلامی عالی جناب محمود احمد عطاری (گوپی گنج، ضلع بھدوہی) و مولانا صدر الوریٰ قادری کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

پروگرام کی صدارت اور نظامت مبلغ دعوت اسلامی مولانا محبوب عزیزی نے کی۔ واضح رہے کہ مراد آباد، بنارس، امبیڈکر نگر، جلال پور، ٹانڈہ، غازی پور، گورکھ پور، بلیا، دیوریا، مئو، گھوسی، ادری و دیگر قصبات و مواضعات کے علاوہ قرب وجوار اور مبارک پور کے علما اور دعوت اسلامی کے مبلغین جو مختلف اضلاع سے اجتماع میں شریک تھے، لنگر رضامیں خورد ونوش سے سرشار ہوئے

تنظیم عاشقان اولیا کے نوجوانوں نے بڑی دلچسپی سے خدمت انجام دی۔ اس موقع پر دعوت اسلامی مبارک پور کے سرپرست مولانا محبوب عزیزی، آفتاب احمد عطاری، خالد کمال، محمد فیصل، الحاج احسان احمد، تنویر احمد، ابو الوفا، حاجی ریاض احمد، حاجی محمد یٰسین، محمد حنیف، عبد الباری، حاجی محمد جابر، محمد سلیمان ممبر، حاجی شکیل (سہارا)، حاجی حبیب الرحمٰن، محمد عثمان، فیاض احمد، انصار احمد، مطیع اللہ، عمران احمد، مولانا دست گیر عالم مصباحی، مولانا طفیل احمد مصباحی، مولانا عبد الغفار اعظمی، مولانا جمال ہاشم، حاجی محمود اختر نعمانی، مولانا نعیم اختر مصباحی، لیاقت حسین پردھان، مولانا انتظام اللہ وغیرہ خاص طور پر شریک ہوئے۔ از: محمد شہباز، متعلّم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

پھپھوند شریف میں جشن عید میلاد النبی

جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف میں انجمن چشتیہ صمدیہ مصباحیہ کے زیر اہتمام سابقہ روایات کے مطابق ۱۹/ ۲۰/ اپریل کو جشن عید میلاد النبی ﷺ کا دو روزہ پروگرام منایا گیا۔ ۱۹/ اپریل کو برادران وطن کے لیے خصوصی پروگرام کا انعقاد ہوا، جس میں قرب وجوار کے غیر مسلموں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ "اسلام کا پیغام انسانیت کے نام" سے منعقد اس پروگرام کی سرپرستی صاحب سجادہ آستانہ عالیہ صمدیہ پھپھوند شریف حضرت مولانا سید محمد اختر میاں چشتی دام ظلہ نے فرمائی جب کے صدارت کے فرائض جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف کے سربراہ اعلیٰ، حضرت مولانا سید محمد انور چشتی نے انجام دیے۔ نظامت مولانا غلام جیلانی مصباحی استاذ جامعہ صمدیہ نے فرمائی۔

حضرت مولانا سید محمد انور چشتی نے اپنے خطبہ صدارت میں اس پروگرام کے انعقاد کے مقاصد پر روشنی ڈالی اور پرگرام میں موجود تمام غیر مسلموں پر اسلام پیش کیا اور واضح انداز میں ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت پیش کی۔ انہوں نے کہا اسلام امن وشانتی اور تحفظ انسانیت کا داعی ہے، اسلام کبھی بھی ظلم وجبر کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کا بنیادی پیغام یہ ہے کہ ایک خدا کی پرستش کی جائے اور اس کے سوا کسی کو لائق عبادت نہ سمجھا جائے۔

جامعہ صمدیہ کے شیخ الحدیث مفتی محمد انفاس الحسن چشتی نے اپنے خطاب میں کہا کہ سرکار دوعالم ﷺ کی سیرت طیبہ پوری انسانیت کے لیے نمونہ عمل اور درس ہدایت ہے، آپ کی سیرت طیبہ پر عمل کر کے پوری دنیا سے ظلم وناانصافی کا خاتمہ ممکن ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ آپ پوری انسانیت کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے اسی لیے آپ نے انسانوں کے تمام طبقات کے ساتھ رحم وکرم اور لطف وعنایت کا برتاؤ کیا، دنیا میں امن کا ماحول صرف آپ کے ارشادات کو عملی جامہ پہنا کر ہی قائم کیا جا سکتا ہے۔

اس پروگرام کے خصوصی مہمان معروف ہندو اسکالر سوامی لکشمی شنکر اچاریہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ اسلام ایک پاکیزہ مذہب ہے اس کی تعلیمات انسانیت کے تحفظ کے ضامن ہیں انہوں نے آیات جہاد کے سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ.... (باقی ص:۴۸ پر)